ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

صفر المظفر ۱۴۱۸ھ
جون ۱۹۹۷ء
۶

خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں!
(سید عطاء المحسن بخاری)

دعوت کی سیاست

حضرت مولانا
عبدالحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ

پی آئی اے قادیانیوں کے شکنجے میں

احرار اور سیاست

بعض لوگ ایک غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ "مجلس احرار اسلام" چونکہ "الیکشن بازی" سے الگ ہو گئی ہے لہذا اب اسے ملکی معاملات میں دخل اندازی کی ضرورت نہیں رہی۔

گویا ان کا مطلب ہے کہ ہم لوگ مر چکے ہیں یا ہم نے ملک چھوڑ دیا ہے؟ نہیں اور ہرگز ایسا نہیں! یہ انکی ناتمام خواہش تو ہو سکتی ہے، حقیقت نہیں۔

احرار کا وجود اور کردار تاریخ کی بہت بڑی صداقت ہے۔ سیاست افرنگ کے فریب خوردہ اسیر سن لیں۔

ہم نے اپنے ملک اور اپنے حقوق سے قطعاً کنارا کشی نہیں کی۔ کوئی شریف انسان ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے حقوق، شہرت زائل کر دے۔ پاکستان ہمارا ملک ہے اور ہمیں ایک آزاد شہری کی حیثیت سے یہاں رہنا ہے، بات کرنا ہے، صحیح راستہ دکھانا ہے اور غلط روی پر ٹوکنا ہے۔ گرد و پیش کے مسائل اور حالات سے ہم چشم پوشی کر سکتے ہیں نہ لاتعلق رہ سکتے ہیں۔ اس ملک کی تعمیر میں ہمارا ہی خون پسینہ ہے، ہمیں تمام ملکی معاملات پر اپنی رائے کا برملا اظہار کرنا ہے۔ سیاست اور معیشت و تجارت میں حصہ لینا ہے اور ملازمتوں میں اپنا حق بھی وصول کرنا ہے۔ ہمارے بچوں نے یہیں تعلیم حاصل کرنی ہے اور تعلیم کے بعد ملازمت بھی ان کا بنیادی حق ہے ملکی معاملات میں ہمارا بھی اتنا ہی دخل ہو گا جتنا اور کسی کو دعویٰ ہو سکتا ہے۔ ہم اپنا حق شہریت پورا پورا استعمال کریں گے اور کسی قیمت اس سے دستبردار نہیں ہوں گے۔

قافلہ احرار کا نہیں ہے ہم نے تو صرف جدوجہد کا رخ بدلا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ سول نافرمانی، ڈائریکٹ ایکشن یا الیکشن کے ذریعے ہی اپنے حقوق حاصل کئے جائیں اور بہت سے معقول ذرائع سے بھی یہ حقوق حاصل ہو سکتے ہیں۔

مجلس احرار اسلام کو اب ملکی سیاست میں نئی حکمت عملی کے ساتھ ایک فعال کردار ادا کرنا ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری

اقتباس خطبہ صدارت

کل پاکستان تحفظ ختمِ نبوت احرار کانفرنس ملتان نومبر ۱۹۵۰ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

صفر المظفر: ۱۴۱۸ھ
جون: ۱۹۹۷ء جلد ۸
شمارہ ۶ قیمت: ۱۲ روپے

زرِ تعاون سالانہ اندرون ملک = /۱۲۰ ✪ بیرون ملک = /۱۰۰۰ روپے پاکستانی

زیر سرپرستی حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مجلس ادارت

رئیس التحریر ✪ سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسؤل ✪ سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

✪ ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاءالمہیمن بخاری مدظلہ

✪ حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

✪ پروفیسر خالد شبیر احمد ✪ مولانا محمد مغیرہ

✪ مولانا محمد اسحٰق سلیمی ✪ محمد عمر فاروق

✪ عبداللطیف خالد ✪ ساغر اقبالی

✪ سید خالد مسعود گیلانی ✪ ابوسفیان تائب

رابطہ دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان فون: 511961

تحریک تحفظ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرار اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیلِ نو پرنٹرز، مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات:	اداریہ (مدیر)	۳
قلم برداشتہ::	خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں (سید عطاء المحسن بخاری)	۷
	قدم اٹھا، یہ مقام انتہائے راہ نہیں (سید عطاء المحسن بخاری)	۹
کہکشاں:	عدالت کا محاسبہ، ابو الحق شیرازی، دو سبق (حکیم محمود احمد ظفر)	۱۰
روشنی:	آستیں کے سانپ (شاہ بلیغ الدین)	۱۳
تبرکات اکابر:		۱۴
یادرفتگاں:	حضرت مولانا عبدالحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ (ابو معاویہ فقیر اللہ رحمانی)	۱۵
	شہیدِ ناموسِ صحابہ - مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی (حسین احمد مدنی)	۲۰
نشانِ راہ:	غصہ...... ایک ناپسندیدہ عمل (ڈاکٹر سرفراز نعیمی)	۲۲
حسن انتخاب:	راشٹرپتی نہیں، کروڑپتی (منو بھائی)	۲۴
دین و دانش:	دعوت کی سیاست (ڈاکٹر محمد امین)	۲۶
ردّ مرزائیت:	پی آئی اے - قادیانیوں کے شکنجے میں (محمد طاہر)	۳۰
	رواداری کے نام پر آئین کی خلاف ورزی (جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ)	۳۴
	قادیانی جواب دیں (مولانا عبدالواحد)	۳۶
	احمدیہ موومنٹ - انگریز یہودی تعلقات - (ترجمہ: ڈاکٹر سبطین لکھنوی)	۳۹
جگر لخت لخت:	حادثوں سے ہار جانا فطرت انسان نہیں (حبیب الرحمٰن بٹالوی)	۴۲
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات ان کی (ساغر اقبالی)	۴۶
زبانِ خلق:	"ایم ایم عالم"، "ایم ایم احمد" کون قادیانی؟ کون مسلمان؟ (محمد مستقیم)	۴۸
اخبار الاحرار::	ادارہ	۵۵
ترحیم:	مسافرانِ عدم:	۵۶

شاعری

نعت (پروفیسر تاثیر وجدان)، (سید عطاء المحسن بخاری)

آٹا ڈپو (محمد اکرم تائب) قاضی حسین احمد کے نام (راحت ملک) (ا) اسی لئے تو بدل ڈالا (سید کاشف گیلانی) بیاد مولانا عبدالحق (ثناء اللہ ثاقب) ۶۰ تا ۶۳

"ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا"

جمیعت علماء اسلام........انتخابی سیاست سے دستبرداری کا فیصلہ

یکم جون کے قومی اخبارات میں خبر تھی........

"جمیعت علماء اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمن نے کہا ہے کہ ہماری مرکزی جنرل کونسل اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ جمیعت علماء اسلام ملک میں مروّجہ انتخابی سیاست میں اپنے دستور کے اسلامی مقاصد حاصل نہیں کر سکی اور ایک سازش کے تحت دینی قوتوں خصوصاً جے یو آئی کو اسمبلیوں سے باہر رکھا گیا ہے۔"

جامع مسجد عید گاہ ڈیرہ اسمٰعیل خان میں ایک جلسۂ عام میں جنرل کونسل کے فیصلوں کا اعلان کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ..

"پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا لیکن ۵۰ سال سے اس ملک کے جاگیردار، وڈیرے، صنعتکار اور کالے انگریز سیاست دانوں نے اسلام کے عادلانہ نظام سے دور رکھا۔ جے یو آئی نے اسی وجہ سے مروّجہ انتخابی سیاست چھوڑ کر ملک میں پر امن اسلامی انقلاب لانے کے لئے جماعت کو منظم کر کے انقلابی جدوجہد کا فیصلہ کیا ہے۔

علاوہ ازیں جے یو آئی کے مرکزی جنرل سیکرٹری مولانا عبدالغفور ۔ری نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"اب وقت آگیا ہے کہ ملک کو بچانے اور یہاں کے مسلمانوں کے مستقبل کو محفوظ بنانے کے لئے "جہادی جذبے" کے ساتھ موجودہ "کافرانہ نظام" (جمہوریت) اور اس کے محافظوں کو ملک سے نکال باہر کرنا ہوگا"۔

(روز نامہ خبریں لاہور یکم جون ۱۹۹۷ء)

جے یو آئی کا تازہ فیصلہ ہمارے لئے کوئی انہونی بات نہیں۔ بالآخر انہیں اسی نتیجہ پر پہنچنا تھا۔ ہمارے جن اکابر نے قیامِ پاکستان کے بعد ہی انتخابی سیاست ترک کر دی تھی ان میں اور جے یو آئی کی موجودہ قیادت میں فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے حالات و واقعات کے مشاہدہ کے بعد سیاسی بصیرت سے کام لیتے ہوئے بر وقت فیصلہ کر لیا تھا جو سو فی صد درست تھا۔ مگر جے یو آئی نے سب کچھ تباہ کر کے سبق حاصل کیا۔ انہیں جمہوریت کے کفر ہونے کا یقین تب ہوا جب وہ خود اسمبلیوں سے باہر بٹھا دئے گئے۔

مجلس احرار اسلام، پاکستان کی واحد دینی جماعت ہے جس نے سب سے پہلے جمہوریت کو کافرانہ نظام قرار دے کر مروّجہ انتخابی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی۔ مجلس کے قائد جانشینِ امیرِ شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ اور دوسری تمام قیادت نے تقریباً پینتیس برس صرف اسی جدوجہد میں بتا دئیے اور فکری و نظری اعتبار سے نوجوانوں کی ایک قابلِ ذکر کھیپ تیار کی۔ اس فکر کی آبیاری میں انکی محنت مثالی ہے کہ ان کی جوانیاں اسی جدو جہد میں تحلیل ہو گئیں لیکن ...... اسکی پاداش میں احرار کو سب سے زیادہ مزاحمت جے یو آئی کے قابلِ احترام

بزرگوں اور کارکنوں کی طرف سے پیش آئی۔ اپنے ہی ہم مسلک احباب کی طرف سے جن ذلت آمیز رویوں اور تحقیر آمیز مخالفت کا سامنا کرنا پڑا وہ تاریخ کا کرب ناک باب ہے، درد انگیز کہانی ہے، اور دکھ بھری داستان ہے۔ اختلافِ رائے کرنے کے "جرم" میں مولویوں کے بھروپ میں چند جاہل لونڈوں، اور بعض تقدس مآبوں کے کلوخ برداروں اور چوب داروں کی زبان بد لگام سے سید ابوذر بخاری ایسے عالم دین اور نابغۂ عصر کو گالیاں بکوائی گئیں، ان کی شخصی و جماعتی توہین کی گئی.....اور اس طرزِ عمل کو حق اور اہلِ حق کا کردار کہا گیا۔ یہی سلوک تھانوی علماء سے کیا گیا۔ خود اپنی جماعت کے امیر حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمہ اللہ کو "پاگل، مجنون اور چندہ مشین" کے القابات سے نوازا گیا۔ یہ نتیجہ تھا جمہوری سیاست کا اور اپنے دوستوں کو چھوڑ کر لادین اور دہریہ قیادت کی رفاقت اختیار کرنے کا۔ لیکن .....یہ سب کچھ نفاذِ اسلام کے عظیم تر مقصد کے لئے بھلایا جاسکتا ہے۔ مگر آہ...... جمعیت نے یہ فیصلہ اس وقت کیا جب خود اسی کے ہاتھوں ایک پوری نسل تباہ ہو چکی ہے۔ جس کے رگ و پے میں جمہوریت رچ بس چکی ہے جسے جمہوریت کی لت پڑ گئی ہے، کیا جمعیت اپنے ہی ہاتھوں برباد کی ہوئی اس نسل کو اپنے تازہ فیصلے پر قائل کر سکے گی؟ وہ مولوی.....جنہوں نے اکابر جمعیت کی قیادت و سیادت میں قرآن و حدیث اور فقہ کا سارا علمی زور افلاطون، ارسطو اور جارج واشنگٹن جیسے مشرکوں کی جمہوریت کو اسلام ثابت کرنے پر صرف کیا، جمعیت کی موجودہ قیادت ان کی بولی ٹھولی، اور چھور اور لچھن بدل سکے گی؟ ان کا فکری قبلہ درست کر سکے گی؟ یہ بڑا مشکل کام ہے اور بظاہر اس کے آثار بھی نہیں ہیں۔

مجموعی طور پر اس وقت دینی جماعتوں کی سیاسی صورت حال کچھ اس طرح ہے کہ......

مروجہ کافرانہ نظام "جمہوریت" کے ساتھ پچاس سال چلنے کے بعد جماعت اسلامی نے فروری ۱۹۹۷ء کے انتخابات کا بائیکاٹ کیا اور قاضی حسین احمد نے اپنی تقریروں میں اس نظام کی ناانصافیوں کو ہدف تنقید بنایا۔ بائیکاٹ کی ایک وجہ ان انتخابات میں جماعت اسلامی کی عبرت ناک شکست کے واضح آثار اور گزشتہ انتخابات میں وقوع پذیر ہونے والی تاریخی شکست بھی تھی۔ مگر قاضی صاحب ہیں کہ پھر بھی "نفاذ اسلام بذریعہ جمہوریت" پر ہی مصر ہیں۔ حالانکہ مولانا مودودی نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد جماعت کے انتخابی سیاست میں حصہ لینے کے فیصلے کو خود غلط قرار دیا تھا۔ اور جب جماعت اسلامی کے بعض لوگوں نے انتخابی سیاست کے جواز میں تاویلیں گھڑیں تو مولانا نے جواباً کہا تھا لطف یہ ہے کہ یہ تاویلیں خود میں نے ہی انہیں بتائی تھیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی "تنظیم اسلامی"، جمہوریت کی بجائے اسلام کے نظام خلافت کے قیام کے لئے انقلابی جدوجہد پیغام دے رہی ہے۔ بریلوی مکتب فکر کے ڈاکٹر طاہر القادری کی "تحریک منہاج القرآن" ایک ہی انتخاب میں حصہ لینے کے بعد انتخابی سیاست سے الگ ہو چکی ہے۔ اہل حدیث مکتب فکر کی ایک تنظیم "لشکر طیبہ" بھی جمہوریت کو کفر قرار دے کر اس نظام کفر کے خلاف مصروف جہاد ہے۔ اس تنظیم کے امیر پروفیسر حافظ محمد سعید اس حوالے سے بڑی واضح رائے رکھتے ہیں۔ خود جمعیت علماء اسلام کے اپنے ناراض کارکنوں کی ایک بڑی تعداد انتخابی سیاست سے متنفر ہو کر مولانا فداء الرحمن درخواستی اور مولانا زاہد الراشدی کی قیادت میں "پاکستان شریعت کونسل" کے نام سے سرگرم عمل ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ مروجہ کافرانہ نظام جمہوریت کا حصہ بننے کی وجہ سے پاکستان کی تمام دینی جماعتیں انتشار و افتراق کا شکار ہوئی ہیں۔ جماعت اسلامی سے "تنظیم اسلامی" اور

"تحریک اسلامی" نے جنم لیا۔ جمعیت علماء اسلام تین حصوں میں تقسیم ہوئی۔ درخواستی گروپ، سمیع الحق گروپ، سپاہِ صحابہ اور اب پاکستان شریعت کونسل اسی انتشار کی واقعاتی اور ناقابل تردید شہادتیں ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان میں مولانا شاہ احمد نورانی کی جمہوری سیاست بازی کے نتیجہ میں نیازی گروپ بنا مگر تحریک منہاج القرآن دعوت و تبلیغ اور تعلیم کے محاذ پر مصروف عمل ہے۔ جمعیت اہل حدیث پروفیسر ساجد میر کے "جمہوری" ہونے کی وجہ سے جمعیت علماء اہل حدیث تولد پذیر ہوئی اور اب تیسرا گروپ "لشکر طیبہ" کے نام پر دعوت و ارشاد کے کام میں سرگرم ہے۔ ہمیں یہ تسلیم کرلینے میں نہ تو بخل سے کام لینا چاہیے اور نہ ہی شخصی وقار کا مسئلہ بنانا چاہیے کہ موجودہ اور مروّجہ نظامِ جمہوریت کافرانہ اور مشرکانہ نظام ریاست و سیاست ہے۔ ہماری تباہی اسی نظام کو قبول کرنے سے ہوئی ہے۔ آج یہ نظام دم توڑ رہا ہے اور اسلام زندہ ہو رہا ہے۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کی تحریک کا مستقبل روشن نظر آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیپلز پارٹی جیسی لادین جماعت کی سربراہ بے نظیر زرداری نے لاہور کی ایک تقریب میں برملا کہہ دیا ہے کہ "ہم انتخابات سے تھک چکے ہیں۔ اب پاکستان میں بھی طالبان آئیں گے۔" عوام جمہوریت کو گالیاں دے رہے ہیں اور حال ہی میں پاکستان کے ناکام ترین لادین سیاست دان ایئر مارشل (ر) اصغر خان کی قیادت میں نام نہاد ترقی پسندوں کی بارہ جماعتوں کے اتحاد کا معرض وجود میں آنا اس بات کی دلیل ہے کہ جمہوریت اور جمہوریت زادے دونوں تباہ ہوگئے ہیں۔ گیدڑوں کی موت آئی ہے اور وہ شہر کو بھاگ رہے ہیں۔ جو جماعت بھی انتخابات میں ناکام ہوتی ہے وہ جمہوری نظام کی ناکامی کا گلہ کررہی ہے۔ لگتا ہے اب یہاں کوئی نیا تجربہ ہونے والا ہے۔ تاہم جمعیت کے تازہ فیصلے سے یہ بات الم نشرح ہوگئی ہے کہ جمہوریت نے نہ صرف پاکستان کی دینی جماعتوں کو تباہ و برباد کیا ہے بلکہ لادین جماعتیں بھی بار بار کے تجربے کے بعد اس سے مایوس ہوگئی ہیں۔ اور باری باری سب جماعتیں انتخابی عمل اور سیاست سے کنارہ کش ہورہی ہیں۔ دراصل یہ نظام ہی غیر فطری ہے ہمارے دین، کلچر اور مزاج کے خلاف ہے۔ اسے قبول کرکے وہی کچھ حاصل کیا جاسکتا تھا جو کرچکے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ جماعتیں پاکستان میں "نفاذِ اسلام" کی قدرِ مشترک پر اکٹھی ہو کر ایک قافلہ ترتیب دیں۔ اور سابقہ سیاسی طرزِ عمل کی طرح لادین سیاست دانوں کا بغل بچہ، مغبچہ، یا "ویٹ لفٹر" بننے کی بجائے خود اپنے پاؤں پر کھڑی ہوں۔ اگرچہ یہ ایک خواب ہے لیکن...... اگر یہ سہانا خواب شرمندۂ تعبیر ہوجاتا ہے تو پاکستان میں دینی قوتوں کے تحریکی عمل کی صحیح سمت متعین ہوجائے گی اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو...... ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

تحریک طالبان ..... اسلامی افغانستان کی معمار

حال ہی میں خبر آئی تھی کہ افغانستان کے چھے شمالی صوبوں پر قابض ازبک ملیشیاء کے کمانڈر جنرل دوستم اپنے ہی ایک دست راست جنرل عبدالمالک کی بغاوت کے نتیجے میں اقتدار سے محروم ہوئے اور فرار ہوکر ترکی پہنچ گئے۔ تحریک طالبان عصر حاضر میں قدرت کا سب سے بڑا اور حیرت انگیز کرشمہ ہے۔ کمیونسٹ روس کے افغانستان پر جابرانہ قبضہ کے بعد گیارہ سال تک کفر و الحاد کے خلاف جہاد کرنے والے افغانی مسلمانوں کی امیدیں اب انہی سے وابستہ ہیں۔ بدقسمتی سے افغانستان سے روس کی واپسی کے بعد یہاں کے جہادی لیڈر، شخصی جنگ کا شکار

ہوگئے۔ ان کی آپس کی طویل جنگ نے جہاں مقاصد جہاد کو نقصان پہنچایا وہاں افغانی مسلمان بھی ان سے بدظن ہوگئے۔ طالبان ..... اسی کا ردعمل ہیں۔ اس وقت تقریباً پورے افغانستان پر طالبان ہی کی حکومت ہے اور ان کے زیر قبضہ علاقوں میں مکمل اسلامی نظام نافذ ہے۔ جس کی بدولت امن و امان کی صورت حال بھی مثالی ہے۔

شمالی افغانستان میں مزار شریف کا علاقہ اور دیگر پانچ صوبے ابھی تک طالبان کے کنٹرول میں نہیں آسکے۔ حالیہ بغاوت بھی طالبان ہی کی مدد سے کامیاب ہوئی مگر جنرل عبدالمالک "ملا" کی قیادت کو کیسے قبول کرسکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے فتح کے بعد طالبان کی اطاعت سے انکار کردیا اور طالبان کو ایک بار پھر جنگ سے دوچار کردیا۔ تاہم پاکستان اور سعودی عرب کی حکومتوں کی طرف سے طالبان حکومت کو تسلیم کرنا ایک مستحسن اقدام ہے۔ اب باقی اسلامی ممالک کو بھی طالبان حکومت کو تسلیم کرلینا چاہیئے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ طالبان شمالی افغانستان میں جلد مکمل کنٹرول حاصل کرلیں گے۔

طالبان کے بارے میں گزشتہ دو سال سے مختلف شکوک و شبہات کا اظہار کیا جارہا ہے۔ لیکن طالبان اپنے طرز عمل سے ان تمام الزامات اور شکوک و شبہات کو دور کرتے چلے جارہے ہیں۔ اللہ کرے وہ امت مسلمہ کی امیدوں اور آرزؤں کے نگہبان ثابت ہوں۔ پاکستان کے بے چین، مضطرب اور مظلوم دینی کارکنوں نے ابھی ان سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔

جناب جسٹس لطف الرحمن کی نامکمل وضاحت

حال ہی میں لاہور ہائی کورٹ میں مقرر ہونے والے ایک فاضل جج جناب جسٹس لطف الرحمن کے بارے میں عوامی، عدالتی اور مذہبی حلقوں میں یہ رائے بنتی ہے کہ وہ قادیانی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حلف اٹھانے کے بعد اسی ضمن میں اخبار نویسوں کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ "وہ اہل سنت مسلمان ہیں اور قادیانی نہیں۔ وہ ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں۔"

اسی قسم کی وضاحت گورنر پنجاب نے بھی فرمائی ہے کہ "فاضل جج نے کہہ دیا ہے کہ وہ قادیانی نہیں ہیں اور پھر انہوں نے تین عمرے بھی کئے ہیں۔" ماضی میں بھی جس شخصیت پر قادیانی ہونے کا الزام لگا اس کی طرف سے ایسی ہی وضاحتیں آتی رہی ہیں۔ اور ان وضاحتوں کو مسلمانوں نے اس لئے قبول نہ کیا کہ قادیانی ایسی ہی گول مول وضاحت کرتے ہیں۔ یہی قادیانیوں کا دجل ہے کہ وہ ختم نبوت پر ایمان کا اظہار بھی کرتے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ہمیں کسی کو قادیانی بنانے کا شوق نہیں۔ اگر فاضل جسٹس جناب جسٹس لطف الرحمن اس بات کا اقرار کرلیں کہ وہ آئین پاکستان کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار قادیانیوں کو کافر سمجھتے ہیں تو ان پر قادیانی ہونے کا الزام ختم ہوجائے گا۔ امید ہے کہ فاضل جسٹس لطف الرحمن مرزائیوں کے کافر ہونے کا اعلان کرکے دینی غیرت و حمیت کا ثبوت دیں گے اور مسلمانوں میں اپنے بارے میں پائے جانے والے شکوک و شبہات کا بھی ازالہ کریں گے۔

بقیہ صفحہ ۲۹ پر

"خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں"

مسلمانوں کے موجودہ ماحول میں جو لوگ شعور و ادراک کی حدوں کو چھونے لگتے ہیں انہیں دین و شریعت کی قائم کی گئی حدیں ناگوار محسوس ہوتی ہیں اور شرعی پابندیاں بوجھل لگتی ہیں پھر وہ کسمساتے ہیں کہ کسی طرح ان کی رسائی خواص تک ہو جائے جہاں پہنچ کے وہ من بھاتی اور سہل پسند "شرعی تاویلوں" کو عام کر سکیں اور کہہ سکیں کہ بنو عباس اور بنو امیہ کے دور کی فقہ کے مسائل، تصورات اور ضرورتیں بدلتے ہوئے معاشرے کا ساتھ نہیں دے سکتیں"۔ تب موشگافیاں ہونے لگتی ہیں اور عقل حیوانی کو عقل شرعی کا درجہ دے دیا جاتا ہے اور پھر" مستند ہے اپنا فرمایا ہوا" کا ناقوس بجا دیا جاتا ہے مثلاً یہ کہ فلاں صاحب بہت بڑے محقق ہیں انکی گفتگو سے خوشبوئیں پھیلتی ہیں اور بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دینے کی جھلک پائی جاتی ہے۔ ایسے فسق ماب مجتہدین کو یہ سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی (۱) حالات کیوں بدلتے ہیں (۲) معاشرہ کیوں بدلتا ہے (۳) اقدار کیوں بدلتی ہیں

حالات معاملات، اقدار اور دیگر معاشرتی رویّوں میں تبدیلیاں تبھی وجود میں آتی ہیں جب شرعی پابندیاں توڑی جاتی ہیں مثلاً

۱) عورت کے حقوق جو شریعت نے متعین کئے، لوگ وہ حقوق ادا نہیں کرتے جس کے نتیجہ میں عورت کی حیوانیت بھڑک اٹھتی ہے وہ ظالم مرد کے خلاف بغاوت کر دیتی ہے اور باغیانہ سر گرمیاں اسے قلو پطرہ بنا دیتی ہیں۔

۲) مہر کی بجائے جہیز دینے کا ہندوانہ رویہ معاشرے پر غالب آ جاتا ہے اور متوسط گھرانوں کی عورتیں ذاتی جدوجہد سے جہیز اکٹھا کرتے کرتے اکثر و بیشتر تمناؤں کی سراب آگیں وادی میں ہمیشہ کیلئے کھو جاتی ہیں۔

۳) نمود و نمائش عورت کے مزاج و طبیعت میں داخل ہے۔ مرد نے جب اپنے احمقانہ رویّوں اور بد خصلتوں کو اپنے اوپر مسلط کر لیا۔ "سیکس کے فریڈم زون" بنا لئے تو عورت نے بھی لبادہ حیا، تیاگ دیا کہ مرد کی پسند یہی ہے، لہذا وہ پسندیدگی کی زد میں رہنے کیلئے قلو پطرہ والے ہتھکنڈے اور روپ متی والے چلتر اپنانے لگی۔ بدلتے ہوئے ایسے حالات، بدلتے ہوئے ایسے رویّوں اور بھیگتے ہوئے ایسے اعمال کا کوئی فقہ بھی ساتھ نہ دے سکی تو آج کے فسق ماب جمہوری مجتہد نے جدید اجتہاد کی ٹھانی اور ایسی فقہ کا تقاضا کرنا شروع کر دیا جو ان رویّوں کے ساتھ ساتھ چل سکے...؟

این چہ بوالہبی است

بدلتے ہوئے حالات کو عقل و فکر کی ترازو میں تولنے اور ان کا حل تلاشنے والے کج بحث یہ تو سوچ ہی نہیں سکتے کہ بدلے ہوئے حالات میں عقل و فکر بھی بدلے ہوئے ہیں۔ انکی بدلی ہوئی سوچ خواہشوں کے ماتحت بدلی ہے۔ یہی خواہش تھی جو محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے بھی بدلی ہوئی تھیں اور یہی بدلی ہوئی سب خواہشیں اور یہی سب حالات نا پسندیدہ اور مردود ٹھہرا دیئے گئے تھے۔ آج پاکستانیوں کے بدلتے ہوئے حالات اور خواہشات کیونکر پسندیدہ اور محبوب ہو سکتے ہیں کہ اسکے لئے فقہی اور شرعی ظروف بدل دیئے جائیں۔

واہ کیا "ٹھسے دار" مطالبہ ہے۔ کیا اس پر اقبال کا یہ مصرع فٹ نہیں بیٹھتا........ع

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

اور اس پر طرہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کرتے ہوئے اجتہاد کی جو فہمائش کی تھی اس کی واقعاتی حقیقت کو جانے بوجھے بغیر اور اس پر غور و فکر کئے بغیر اپنے منفی استدلال میں اسے دلیل کے طور پر پیش کرنے والے فسق ماب مجتہدین یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا....... "جو قرآن و حدیث میں نہ ہوں ایسے مسائل کو تم اپنی عقل سے نمٹانا"....... حدیث کے اس خود ساختہ مفہوم پر اڑے ہوئے ہیں حالانکہ حدیث کے الفاظ "فالم تجد فیہ" کا مفہوم یوں ہے کہ اے معاذ! تو اگر قرآن و حدیث میں نہ پا سکے (یعنی قرآن و حدیث میں تو ہو مگر تو نہ پا سکے) تو پھر قرآن و حدیث سے روشنی پانے والی رائے سے کام لینا!

دوسری مثال جو پاکستانی فسق ماب مجتہدین پیش کرتے ہیں وہ سیدنا عمرؓ کا ایک واقعہ ہے کہ ان کے عہد میں ایک بھوکے نے گندم چوری کی اور وہ پکڑا گیا۔ سیدنا عمر نے اس سے پوچھ گچھ کے بعد "حد" (شرعی سزا) ساقط کر دی لہٰذا اب ہمیں بھی بدلتے ہوئے معاشرے سے شرعی احکام ساقط کر دینے چاہیئیں۔ اسے کہتے ہیں ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" مجتہدین پاکستان کے "قیاس" کی حالت و طاقت گویا یہی ہے۔ ایسے زمانہ ساز مجتہدوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ....(۱) وہ خیر القرون کا زمانہ ------ اور

۲) خلافت راشدہ کا مہتابی عہد تھا

۳) شریعت نافذ کرنے والا "اشد ھم فی امر اللہ" .... عمرؓ تھا

۴) لوگوں میں شریعت کے احترام کا غلبہ تھا

۵) وہ دارالاسلام تھا، پاکستان نہیں تھا۔

پاکستان دارالفاجرین ہے۔ یہاں جرائم پرورش پاتے ہیں۔ پاکستان پوری دنیا میں برائیوں، قباحتوں، شناعتوں اور بدعنوانیوں کا دوسرا بڑا مرکز ہے۔ یہاں شریعت نافذ ہی نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں جو خبیث نظام قائم ہے اسمیں تو شرعی احکام تمام کے تمام ساقط ہیں، کونسا شرعی حکم نافذ ہے جو کسی حکم کے ساقط کرنے کی بحث کیجاتی ہے؟

ہاں ایسی "رخصتوں" کی دعوت دینے یا ان پر گفتگو کرنے کا مطلب ہی یہ ہوگا کہ اس ملک میں حالات و معاشرت کے ماتحت نفاذ شریعت کے نام پر سقوط شریعت ہونا چاہیئے نہ کہ منشاء شریعت کے ماتحت نفاذ شریعت۔ منشاء شریعت یہ ہے کہ حیوانی خواہشات کے غول کو حضور ﷺ کے خواہشوں کی تابعداری میں پابند رکھا جائے۔ لوگوں کو جینے کا نبوی قرینہ سکھایا جائے اور جو سرکش و آوارہ نبوی قرینے کی حدوں کو توڑے، پابندیوں سے منہ موڑے اس پر احکام شریعت نافذ کر دیئے جائیں نہ کہ اسکی بے لگامی کی وجہ جواز ڈھونڈ کر اس سے شرعی حکم ساقط کر دیا جائے۔ پاکستان میں سقوط ڈھاکہ کی طرح سقوط شریعت کے مطالبے اور مباحثے اس ملک کو فکری حرام کاری کا اڈہ بنا دیں گے۔

سید عطاء المحسن بخاری

قدم اٹھا، یہ مقام انتہائے راہ نہیں

سیکڑوں سچائیوں میں سے ایک سچ یہ بھی ہے کہ پاکستان کا وی آئی پی طبقہ نامرضیہ معاملات کی مد میں انتہائی غلیظ غول ہے۔ مگر یہ غول بیابان نہیں، غول شہر ہے اور شہر بھی ایسا ویسا نہیں.....وہ شہر جسے خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ نے "قطب البلاد" فرمایا۔ اس قطبی شہر کے وی آئی پی .... چُنے ہوئے......چھٹے ہوئے .... "پراتم" .... ناجائز قابضین، غاصبین، قرضہ خور، سود خور، وعدہ خلاف، جھوٹے، واجبات کے نادہندگان، چنبہ ہاؤس کے چمچے، چمپا کلی، چمپت ہوجانے والے یا "چنبہ" مار کے قوم کو زخمی کرنے والے، بڑی توندوں والے، اقتدار کے متوالے، رند لاابالی، شراب خور، حرام خور، کام چور، نوالہ حاضر، ہی دراصل شرور و فتن کی ولادت یا کراہت کا سبب الاسباب ہیں۔ غالباً اس "قطب البلاد" پر ماضی میں بھی ایسا مکروہ دور آیا ہے، کہ ایک غریب شاعر بے ساختہ، لاہوریات کا ذکرِ بد کرتے ہوئے لاہور کو شر سا دکھہ ڈالا: لاھور صفر، فارغ کحروفہ شر البلاد و فیہ شر بہائم

یعنی...... لاہور کو "بے نقط" لکھ دیا اور اس میں تولد پذیر شر کو شرِّ بہائم کا نام دیا۔ رسمی، روایتی اور "رائج الوقت" تعریف نہیں کی اور نہ اس کے تعارف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے بلکہ اسمبلی نشینوں کے شرابے اور کبابے ملادیئے اور خوب "مکس" کردیئے۔ ان اکابر مجرمین کو یوں بھی اختلاط بہت پسند ہے۔ یہ انہیں بھاتا اور لبھاتا ہے۔ عرصہ پچاس برس سے یہی ان کا کھاتہ ہے اور جو ان کا کھاتا ہے وہ صرف انہی کا گاتا ہے۔ آٹے کی بحرانی حالت زار کے دل دار طرحدار بھی یہی ہیں۔ یہی وہ اہل حرم ہیں کہ ان سے قندیل حرم کے نہ بچنے کا یقین ہے۔ یہی وہ بت ہیں جو اجودھیا کی غاروں سے لیکر اولیاء کے مزاروں تک لدے پھندے اور سجے ہوئے ہیں۔ مال حرام سے داتا کے دربار پر صدقے کی دیگیں پکا کر بانٹنے والا یہی زر پرست ہے جو امت پر آفتوں کے وقت میں ذخیرہ اندوزی کی لعنت کا گرویدہ نادیدہ ہے، حالانکہ مولائے کائنات ﷺ نے فرمایا ہے...المحتکر ملعون (ذخیرہ اندوز ملعون ہے)!

آپ ﷺ کا فرمان اٹل ہے، نہ اس میں ترمیم ممکن ہے نہ لچک۔ جو امت کا حق مارے، لوٹے، یا بٹورے وہ ملعون نہیں تو کیا ہے؟ اس کے ملعون ہونے میں جسے شک ہے وہ یقیناً کوئی جمہوریت زدہ ہے۔ کوئی جمہوریت زادہ ہے۔ کوئی مارکسی ہے۔ کوئی جارجی (جارج واشنگٹن کا پیرو) ہے۔

جناب نواز شریف! ہمارے ملک میں معاشی بحران اور معاشی رسوائیوں کے ذمہ دار یہی خرکار و بدکار ہیں، یہی غول شہری ہیں، یہی سرمائے کے بگولے ہیں جو اقتدار کی راہداریوں میں بھکاری بنے بیٹھے ہوتے ہیں اور جنکی "ہونس" پتھر، پھول اور شجر پر یکساں اثر بد کرتی ہے۔ پتھر کو ریزہ کردیتی ہے، پھول جھلس جاتا ہے اور شجر سوکھ کر کانٹا ہوجاتا ہے۔ آپ کو اللہ نے موقع دیا ہے اور بھرپور موقع دیا ہے، خدارا ضیاء الحق شہید کی طرح موقع ضائع نہ کیجیے کہ ایسے حسین مواقع زندگی میں بار بار نہیں ملا کرتے۔ کسی خطرے اور خوف کو دل مومن میں در آنے کی گنجائش ہی نہیں ملنی چاہیئے۔ وہ جو ہونا ہے ایک بار ہو کے رہنا ہے اور اللہ کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑا جاسکتا، کوئی طاقت کوئی قوت کوئی سازش آپ کا راستہ نہیں روک سکتی، اگر آپ اللہ پر بھروسہ کرکے ان قومی و ملکی مجرموں کے پاؤں توڑ دیں.....ع قدم اٹھا، یہ مقام انتہائے راہ نہیں

عدالت کا محاسبہ

مسلمانوں کی عدالتیں اپنے فرائض منصبی کی تکمیل میں ہمیشہ بڑی ذمہ دار رہی ہیں۔ کیونکہ فیصلہ کرنے والے پر ہمیشہ اللہ کا خوف طاری رہتا تھا۔ جس عدالت کے قاضی کے دل میں اللہ کا خوف ہو وہ نہ تو رشوت لیتا ہے نہ جانبداری کا مظاہرہ کرتا ہے اور نہ ہی کسی کے دباؤ میں آتا ہے۔ اس قسم کی مثالوں سے مسلمانوں کی تاریخ بھری پڑی ہے۔

جس زمانے ظہیر الدین بابر نے ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی سندھ پر شاہ حسن رغون حکومت کرتا تھا۔ یہ ۹۲۸ء کا واقعہ ہے۔ ۳۴ سال تک وہ سندھ پر حکومت کرتا رہا۔ وہ اللہ کا خوف رکھنے والا حکمران تھا۔ خصوصی طور پر عدل و انصاف کے معاملہ میں اللہ تعالی سے بہت ڈرنے والا تھا۔ وہ انتظامیہ ہی کا نہیں عدلیہ کا بھی احتساب کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ عدلیہ کا احتساب کرنے کے لئے شاہ حسن نے ایک سوداگر سے فوجی گھوڑے خریدے اور اپنی سلطنت کے ایک خاص علاقے میں جا کر بیٹھ گیا۔ سوداگر نے گھوڑوں کے دام مانگے تو معلوم ہوا کہ معاملہ گڑ بڑ ہے اور شاہ کی نیت خراب ہے اور وہ سوداگر کو رقم دینے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ رقم بہت بڑی تھی اس وجہ سے سوداگر نہایت پریشان تھا۔ چاروناچار اس نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ لوگوں نے بہت ڈرایا کہ حکومت کے خلاف دعویٰ دائر کرنے کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے اور وہ بھی شاہ کے خلاف، لیکن سوداگر کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

آج کل تو صدر مملکت کیا وزیر اعظم اور عام وزراء حکومت کا کروڑوں کا ٹیکس اور قرض ہڑپ کر جاتے ہیں اور کوئی انہیں پوچھنے والا نہیں ہوتا بلکہ الٹا اعتراض کرنے والوں کو جیل کی کال کوٹھڑی میں ٹھونس دیا جاتا ہے۔ لیکن اس زمانہ میں جبکہ عدلیہ اللہ کے خوف کے تحت کام کرتی تھی، وزراء تو ایک طرف خود صدر مملکت بھی سلطنت کے کسی فرد کی ایک پائی نہیں کھا سکتا تھا۔ عدالت اس سے فوراً اگلوا لیتی تھی۔

عدالت نے شاہ حسن ارغون کو فوراً سمن جاری کر دیئے۔ اور اسے عدالت میں طلب کر لیا۔ وقت مقررہ پر بادشاہ عدالت میں پہنچا۔ دوسری طرف سے سوداگر بھی حاضر ہوا۔ سوداگر کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ بادشاہ ملزموں کی طرح کٹہرے میں کھڑا ہے۔ بادشاہ کی کسمپرسی کی حالت دیکھ کر سوداگر کو کچھ اطمینان ہو گیا کہ عدالت کسی دباؤ میں نہیں آئے گی۔ آخر مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور بادشاہ نے سوداگر کو پوری رقم فوری طور پر ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

مقدمہ ختم ہوا تو قاضی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بادشاہ کی تعظیم کی۔ اس سے قبل قاضی صاحب بالکل ایسے بیٹھے ہوئے تھے جیسے وہ بادشاہ کو جانتے ہی نہیں۔ خود بادشاہ نے بھی اپنے جلال شاہی کا قاضی صاحب کے سامنے اظہار نہ کیا۔ عدالت برخاست ہوئی تو بادشاہ قاضی صاحب کے پاس گدی پر آ بیٹھا اور اپنی قبا سے ایک

خنجر نکال کر قاضی صاحب کو دکھلایا اور بولا میں نے آپ کے امتحان کے لئے یہ صورت اختیار کی تھی۔ اگر تم انصاف نہ کرتے تو میں اس خنجر سے اسی جگہ تمہیں ختم کر دیتا۔

بادشاہ کے یہ الفاظ سن کر قاضی صاحب جس گدی پر بیٹھے ہوئے تھے، اس سے نیچے اترے اور اس کا ایک کونہ اوپر اٹھا کر اس کے نیچے سے ایک دودھاری تلوار نکالی۔ تلوار ایسی تیز تھی کہ بال اڑتا ہوا آکر گرے تو دو ٹکڑے ہو جائے۔ پھر قاضی صاحب نے بادشاہ سے کہا، حضور نے یہ تلوار ملاحظہ فرمائی۔ میں تو آج گھر سے یہ طے کر کے آیا تھا کہ اگر آپ احکام شریعت سے ذرا بھی پھر گئے تو اس تلوار سے آپ کا سر قلم کر دوں گا۔ ممکن ہے کہ عملہ کے لوگ آپ کے شاہی رعب سے متاثر ہو جاتے، لہٰذا میں نے سوچ لیا تھا کہ میں بذات خود آپ سے حدود اللہ کی تعمیل کراؤں گا۔

قاضی کے یہ الفاظ سن کر بادشاہ نے اسے سینے سے لگا لیا اور قاضی کی بے باکی، اخلاص، دیانت اور حدود اللہ کے تحفظ کے جذبہ پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ آج کل کے جمہوری حکمران اس جج ہی کے خلاف ہو جاتے ہیں جو حکومت کے خلاف فیصلہ کرے خواہ حکومت کتنا ہی ناجائز کام کیوں نہ کرے۔ کتنا فرق ہے اس زمانہ کے بادشاہوں اور آجکل کے جمہوری حکمرانوں کے درمیان!

ابواسحٰق شیرازی اور نظام الملک

نظام الملک اپنی علم ... کی وجہ سے مشہور تھا۔ وہ اپنے زمانے کا اہم ترین آدمی تھا۔ نام تو اس کا حسن تھا اور کنیت ابوعلی۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ جامعہ بغداد اور جامعہ نیشا پور ہے۔ سیاست نامہ جیسی نادرہ روزگار کتاب اسی نابغہ روزگار کی لکھی ہوئی تھی۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے لوگ انہیں خواجہ بزرگ، تاج الحضرتین، قوام الدین اور جانے کیا کیا القابات سے نوازتے تھے۔

ایک دفعہ سلطنت سلجوقیہ کے ایک وزیر کو نظام الملک نے حکم دیا کہ ایک محضر نامہ تیار کراؤ اور اس پر عوام، علماء اور امراء کے دستخط کراؤ اور اپنے دستخطوں سے اس بات کی تصدیق کریں کہ میں نے اپنے طویل دور وزارت میں کوئی ظلم اور زیادتی نہیں کی تاکہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دستاویز میرے کام آسکے۔

اس زمانہ میں وزیر سلطنت کے بوجھ کو اٹھانے والے ہوتے تھے کیونکہ وزیر کا لفظ وزر سے مشتق ہے اور اس کا معنیٰ ہے بوجھ اٹھانے والا۔ وہ سلطنت کے قابل ترین لوگ ہوتے تھے۔ جس وزیر نے یہ دستاویز تیار کرنے کا حکم دیا تھا اس کا شمار نوشیروان عادل کے وزیر بزرجمہر کی صف میں ہوتا ہے۔ نہایت جہاں دیدہ، تجربہ کار، دانشور و دانشمند، علم و فضل کا شیدائی اور علم کی ترویج کے لئے دن رات کوشش کرنے والا۔ اسی وجہ سے اس زمانہ میں وزیر کے ساتھ "باتدبیر" کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ لیکن آج کل کے وزیر "بے تدبیر" ہوتے ہیں اور حکومت کا بوجھ اٹھانے کے بجائے خود حکومت پر بوجھ بنے رہتے ہیں۔ مالی بوجھ، اخلاقی بوجھ، سیاسی بوجھ، ضمیر فروشی کا بوجھ اور اس طرح کے کئی اور بوجھ۔ تاریخ کے صفحات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ایسے ہلکے، بے ضمیر، عدل و انصاف کے دشمن،

حرص و آز کے بندے، تنظیمی صلاحیتوں سے محروم، خوشامد پرست اور کاسہ لیس لوگ اگر وزیر بن جائیں تو ان کا کردار ابن علقمی، میر جعفر، میر صادق حکیم الہی بخش اور سر ظفر اللہ آنجہانی سے مختلف نہیں ہوتا۔ وہ حکومت کی مخفی دستاویزات جو بڑی مشکل سے، تیار کی گئی تھیں اور کئی سالوں کی کاوش کا نتیجہ تھیں مخالف حکومت کو بھی دے آنے سے گریز نہیں کرتے۔ ایسے وزراء کو اگر ملک دشمن، غدار وطن، کینہ پرور، منتقم مزاج اور خود غرض نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔ ایسے وزیر اگر ماں کے پیٹ سے چاندی کا چمچہ لے کر پیدا نہ ہوتے تو آج گجرات میں دولے شاہ کے چوہے ہوتے یا پھر شہباز قلندر کے عرس میں "لال میری پت رکھیو" کی دھمال ڈال رہے ہوتے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ جمہوریت کی لعنت سے یہ لوگ وزارت کی کرسیوں پر براجمان ہو گئے ورنہ اسلامی نظام حکومت میں یہ چپڑاسی کے عہدے کے قابل بھی نہیں۔

نظام الملک طوسی کے حکم سے یہ محضر نامہ تیار ہوا اور دستخطوں کے لئے مختلف علماء کے پاس گیا۔ اکثر نے دستخط کر دیئے، لیکن جب یہ محضر نامہ ابو اسحٰق شیرازی کی خدمت میں دستخطوں کے لئے گیا تو انہوں نے اس کو بغور پڑھا۔ امام غزالی کے استاذ امام الحرمین تھے جو جامعہ بغداد کے وائس چانسلر تھے، ابو اسحٰق شیرازی ان کے بھی مخدوم تھے۔ دونوں اپنی جگہ یگانۂ عصر۔ جب یہ محضر نامہ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس درویش خدامست اور مرد قلندر نے فرمایا:

"قلم لاؤ، جو کچھ ہم اس وزیر کے بارہ میں جانتے ہیں وہ نہایت دیانت سے لکھ دیں گے"۔ وزیر اعظم کے حاشیہ نشینوں کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ یہ کچھ لکھنے لگے ہیں۔ لیکن وہ کیا لکھیں گے یہ کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے فوراً اس درویش خدامست کو قلم پیش کیا۔ آپ نے اس قلم سے اس محضر نامہ پر اپنی رائے یہ لکھی:

"حسن یعنی نظام الملک دوسرے ظالموں سے بہتر ہے"

کسی میں ہمت نہ تھی کہ اس مرد قلندر کا ہاتھ پکڑتا۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ ابو اسحٰق شیرازی کی رائے دیکھ کر نظام الملک کو بالکل غصہ نہیں آیا کہ یہ انہوں نے کیا لکھ دیا بلکہ بے اختیار آنسو ٹوٹ پڑے۔ بستر مرگ پر لیٹے لیٹے بولا:

"یہ الفاظ صرف یہی ہستی لکھ سکتی تھی"

اس واقعہ کے کچھ روز بعد نظام الملک انتقال کر گیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے ایک ساتھی نے اسے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیا معاملہ ہوا بارگاہ رب العزت میں؟

فرمایا: اس مرد خود آگاہ اور درویش خدامست نے میرے محضر نامہ پر جو جملہ لکھا تھا۔ وہ شہادت کام آگئی۔ اس سچے جملے کو پڑھ کر ندامت کے جو آنسو بہائے تھے، اسی سے بارگاہ رب العزت نے مجھ پر کرم نوازی فرمادی

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

آستین کا سانپ (ابن علقمی اور طوسی کے ایک بھائی کا کردار)

صبح صبح اپنے نیزوں پر انسانی سروں کو اٹھائے ہوئے دشمن کا لشکر قلعہ سے قریب آ کر رک گیا۔ طبل جنگ پر مسلسل چوٹ پڑ رہی تھی۔ پھر لشکروں نے اپنے نیزوں پر سے انسانی سروں کو اتار کر ان سے مینار بنانا شروع کیا۔ یہ ۱۲۲۹ء کی بات ہے یعنی اب سے ساڑھے سات سو برس پہلے کا واقعہ ہے۔ یہ لشکر چنگیزی لشکر تھا جس کا ہر اول دستہ ۷۰ ہزار سے کم نہ تھا۔ یہ کاشغر و مرغانہ کی ریاستوں کو ملیامیٹ کر کے یہاں پہنچا تھا۔ تاکہ پیچھے چنگیزی لشکر پر کوئی حملہ نہ ہو۔ یہ لشکر خوارزم کی وجہ سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتا تھا۔

انزار کے قلعے پر قائر خاں سخت بے چینی سے فصیل پر گھوم رہا تھا۔ اتنے میں قلعے کے جاسوس ہرکارے نے آکر سلام کیا اور تصدیق کی کہ چنگیز کا درندہ صفت لشکر آ گیا ہے۔ سلطنت خوارزم شاہی کے سرحدی کمانڈر نے فوراً سوال کیا کہ اب تعداد کا کیا اندازہ ہے؟ جواب ملا دو منزل پہلے تک لشکر کے ساتھ تھا دائیں بائیں بیچ کی اور پیچھے کی فوج ہراول دستہ کے ساتھ ملا کر تین لاکھ سے کم نہ ہو گی۔ کمانڈر قائر نے فوج کی تعداد معلوم کر کے ایک مرتبہ پھر انسانی سروں کے مینار کو دیکھا اور اپنے آپ سے بولا کہ اب قلعہ کے اطراف کی سب آبادی کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہو گا۔ تبھی یہ مینار بن سکا ہے۔ کوئی بتائے کہ ان معصوموں کا کیا قصور تھا؟ لشکر ہماری فوج سے ٹکراتا۔ خون ناحق تو چنگیزی لشکر کی تباہی کی علامت ہے۔ ان شا اللہ یہ اللہ کے قہر کا نشانہ بنے گا۔ اس نے اپنے سب فوجی افسروں کو جمع کیا۔ وزیر قراجا خان کو بھی بلایا یہ اس کے بادشاہ خوارزم شاہ کا بڑا بھروسے کا آدمی تھا۔ چنگیزی لشکر کے آنے کی افواہیں زمانے سے گرم تھیں۔ کمانڈر قائر خان نے خوارزم شاہ سے فوجی مدد طلب کی تو جواب میں دس ہزار سپاہ کے ساتھ اس نے قراجا خان وزیر کو بھیجا تھا۔ باقی فوج آنے سے پہلے ہی چنگیزی پہنچ گئے تھے۔ کمانڈر قائر خان کے فوجی سرداروں نے جو مشورہ دیا وزیر قراجا کا مشورہ اس سے بالکل الٹا تھا۔ اس نے پہلے دن اس سے اس بات پر زور دیا کہ صلح کی بات چیت بہتر رہے گی۔ کمانڈر سوچ میں پڑ گیا۔ بولا کہ اب صلح کا مطلب تو دینا ہے۔ یہ بھی ہار کی ایک صورت ہے۔ وزیر قراجا نے باتیں بنانی شروع کیں۔ قلعے کے کمانڈر کو اس پر شک ہوا لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔

اس نے اپنی حکمت عملی کے مطابق روزانہ پچاس پچاس سرفروشوں کی ٹکڑیاں ہراول دستے پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کرنا شروع کیں کہ چنگیزی لشکر کا حوصلہ ٹوٹ جائے۔ ان سرفروشوں کو حکم تھا کہ جان بیچ کر لڑو تم میں سے کوئی زندہ یا زخمی کسی حالت واپس نہیں آئے گا۔ یہ سرفروش صبح ہی صبح قلعہ سے نکل کر چنگیزی ہراول دستے کے دانت کھٹے کر دیتے۔ ان کی مجاہدانہ آن بان اور شان دیکھ کر کافری لشکر کائی کی طرح پھٹ جاتا اور یہ سرفروش کئی کئی دشمنوں کی جان لے کر از خود جام شہادت پی جاتے لڑائی کے اس نئے طریقے نے چنگیزی لشکر کو کہیں کا نہ رکھا۔ ادھر کمانڈر قائر خان کو اپنے بادشاہ کی طرف سے امدادی لشکر کا انتظار تھا کہ معلوم ہوا کہ ایک رات قلعہ کا دروازہ کھول کر وزیر قراجا خان اپنے دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ چنگیزی لشکر سے جا ملا۔ اسلامی تاریخ میں ایسے

(بقیہ صـ ۲۵ پر)

تبرکاتِ اکابر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اکبر ۔۔۔ اللہ معنا

زندگی ایک مقدس جہاد ہے ۔

یہ دنیا اس کا میدان ہے

اور ہم سب اس کے سپاہی ہیں

زندگی دنیا میں مقصد کے لیے بھیجی ہے

زندگی اپنی جگہ خود ایک نصب العین ہے

ملعب
حامد الانصاری غازی
۲۷ جولائی ۱۹۷۸

ملتان

۷۸۶

اے خالق ہر بلند و پستی

ششن حسن عطا کن زہستی

علم و عمل و ذوق جو دستی

ایمان و امان و تندرستی

محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند

۲۰ ۸ ۹۸

تفصیل

(۱) حضرت مولانا حامد الانصاری غازی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل اور جید عالم دین کتاب "اسلام کا نظامِ حکومت" کے مصنف

(۲) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند

یہ دونوں آٹوگراف ۲۰ شعبان ۱۳۹۸ ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۷۸ء کو جامعہ خیر المدارس ملتان میں ان اکابرین کی آمد کے موقع پر راقم نے حاصل کیے (سید کفیل بخاری)

حضرت مولانا عبد الحق چوہان رحمتہ اللہ علیہ

میری دلی خواہش تھی کہ میں اپنی اولاد کو وصیت کروں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ میرے استاد محترم حضرت مولانا عبد الحق سے پڑھایا جائے لیکن ہائے افسوس اور صد افسوس کہ میری یہ تمنا پوری نہ ہوئی اور آج میں ناکارہ آوارہ اپنے استاد محترم مولانا عبد الحق رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے چند واقعات ٹوٹے پھوٹے حروف اور ربط و بے ربط جملوں کے ساتھ لکھ رہا ہوں

مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

کارے کہ خدا کرد فلک راچہ مجال

آپکی پیدائش ۱۹۳۵ میں ضلع رحیم یار خاں کے علمی اعتبار سے مایہ ناز قصبہ بستی مولویان میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام حافظ غلام مصطفیٰ عرف حافظ لعل شہباز تھا۔ آپ نے اپنی بستی کی مشہور و معروف قدیمی درس گاہ مدرسہ عربیہ شمس العلوم میں حافظ محمد مٹھا صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد آپ کے والد ماجد نے آپکو سندھ کی معروف درگاہ بھر چونڈی شریف کے پیر صاحب کے ہاتھ میں دے دیا وہاں آپ نے ابتدائی کتب فارسی مولانا عبد الرحمن صاحب پتافی کے ہاں پڑھیں۔ بعد ازاں آپ اپنے حقیقی ماموں مولانا عزیز اللہ صاحب کے ہاں ملتان چلے گئے۔ وہاں مدرسہ نعمانیہ محلہ قدیر آباد میں داخلہ لے کر اپنے ماموں صاحب کے ہاں ابتدائی عربی کتب شروع کیں اور موقوف علیہ تک آپ اپنے ماموں صاحب کے ہاں پڑھتے رہے اسی دوران آپ اپنے ماموں کے ہمراہ مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی سندھ میں بھی پڑھنے گئے۔ دورۂ حدیث کرنے سے قبل غالباً ۱۹۵۹ میں مدرسہ قمر العلوم تاج گڑھ میں تدریس کا کام سنبھالا۔ جب آپ مدرسہ ہذا میں تشریف لے گئے تو وہاں کے ایک حاجی عبد الجبار نامی شخص نے آپکا امتحان لینا چاہا اور کاغذ پر لکھ بھیجا کہ "وضورادروضو کردہ وضو کن" اس کا معنیٰ بتائیے آپ نے اس جملے پر اعراب لگائے کہ "وَضورا در وُضُو کردہ وُضو کن" یعنی پانی کو کوزہ میں ڈال کر وضو کیجیئے۔ بعد ازاں وہ حاجی صاحب آپکی قابلیت کا معترف ہوئے اور آپکی مجلس میں اٹھتے بیٹھتے تھے۔ آپ نے تین سال اس مدرسہ میں پوری لگن اور محنت سے پڑھایا۔ آپکو فارسی پر بڑا ادراک تھا۔ دور دور سے طالب علم آپ سے فارسی پڑھنے کے لیے آتے آپ طلباً کی ہر طرح سے تربیت کرتے آپ نے طلباً میں بیت بازی کا ایک ذوق پیدا کیا اور ہر شب جمعہ کو طلباً کی بیت بازی کا مقابلہ اپنی موجودگی میں کراتے۔ ہر طالب علم پر لازم تھا کہ وہ فجر کی نماز کے بعد پابندی سے تلاوت قرآن مجید کرے۔ اس کا اہتمام بھی خود فرماتے۔

اس کے بعد ۱۹۶۲ میں آپ نے جامعتہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں دورہ حدیث پڑھا اور مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں شمار ہوئے۔ مولانا بنوری رحمتہ اللہ علیہ نے آپکو اپنے مدرسہ

میں تدریس کے لیے فرمایا آپ نے ان سے کہا کہ میں اپنے والد بزرگوار سے اجازت لونگا جیسے انہوں نے فرمایا اس پر عمل کرونگا۔ لیکن آپکو والد ماجد نے اجازت نہ دی اور آپ نے حضرت بنوری رحمتہ اللہ علیہ سے معذرت کرلی۔

۱۹۶۳ء میں مدرسہ شمس العلوم بستی مولویان میں تدریس کا کام شروع کیا لیکن کچھ عرصہ بعد مہتمم مدرسہ سے اختلاف ہو گیا تو مدرسہ سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے ہی ڈیرہ پر تعلیم کا کام جاری رکھا۔ بعد ازاں ۱۹۶۵ء میں مسجد قادری سے ملحق جامعہ حقانیہ کے نام سے مدرسہ کی نبیاد رکھی اور مستقل کام شروع کر دیا۔ آپکی قابلیت اور محنت ولگن کی وجہ سے طلبا کا رحجان زیادہ آپ کی طرف تھا۔ آپ نے عرصہ چار سال یعنی ۱۹۶۷ء تک اپنے مدرسہ کو بڑی خوش اسلوبی سے چلایا۔ اسی دوران مولانا محمد عیسٰی صاحب کے بھی مدرسہ شمس العلوم بستی مولویان کے مہتمم سے اختلاف ہو گئے اور انہوں نے بھی علیحدہ اپنا مدرسہ کنزالعلوم قائم کر لیا۔ اس طرح اب اس بستی میں تین مدرسے کھل چکے تھے مولانا محمد عیسٰی صاحب، مولانا عبدالحق صاحب کے پاس آئے کہ کیوں نہ ہم مل کر اکٹھے کام کریں تو استاد محترم نے جامعہ حقانیہ کو مدرسہ کنزالعلوم میں ضم کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ۱۹۶۷ میں مدرسہ کنزالعلوم میں منتقل ہو گئے اور علم کے پروانے یوں ہی اس شمع کے گرد جمع ہوتے رہے۔ مولوی قمرالدین صاحب مرحوم، مولانا صالح محمد مرحوم اور مولانا عبدالحق کی کوشش سے حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ بستی مولویان تشریف لائے اور بستی سے باہر، کے۔ ایل۔ پی روڈ پر ہزاروں معتقدین کے ہمراہ آپکا والہانہ استقبال کیا اور نعروں کی گونج کے ساتھ حضرت شاہ صاحب کو بستی میں لائے۔ حضرت شاہ صاحب سے علمی گفتگو کی مجلس احرار اسلام کے منشور و دستور پر بھی بات ہوئی۔ بعد ازاں آپ نے اپنے بزرگوں کی معیت میں جماعتی کام کو تیز کیا۔ جماعت کی ممبر سازی کرائی اور اپنے شاگردوں و عزیزوں کے ہمراہ مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے۔ حضرات شاہ صاحبان و دیگر خطیبان احرار کے مدرسہ کنزالعلوم میں جلسے کرائے۔ بستی مولویان کے قریب فتح پور پنجابیاں میں ایک زبردست کانفرنس کرائی جس کی تگ و دو میں مولوی قمرالدین صاحب کے ہمراہ رات دن کوشش کر کے اس کانفرنس کو کامیاب کرایا اور حضرت مولانا سید عطاءالمحسن شاہ صاحب بخاری کا تاریخی خطاب ہوا۔ آپ کی کوششوں سے بستی مولویان میں مجلس احرار اسلام کا دفتر کھلا اور حضرت جانشین امیر شریعت قائد احرار مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے دفتر کا افتتاح کیا۔ آپ نے سپاسنامہ تیار کیا اور حافظ کرم اللہ صاحب جو کہ اس وقت مجلس احرار اسلام بستی مولویان کے ناظم نشریات تھے نے پیش کیا۔ ۱۹۷۱ء میں آپ مدرسہ کنزالعلوم کو چھوڑ کر اپنے رقبہ کی دیکھ بھال میں لگ گئے اور گھر پر ہی رہنے لگے۔ مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی سندھ کے مہتمم صاحب کو جب معلوم ہوا کہ آپ گھر پر فارغ ہیں تو وہ اپنے قدیمی تعلق کی بناء پر مولانا عزیزاللہ صاحب کے ہاں آئے اور ان سے کہلوا کر مولانا عبدالحق کو گھوٹکی لے گئے۔ آپ ۷۳،۱۹۷۲ء تک مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی میں پڑھاتے رہے۔ حضرت شاہ صاحب اور مجلس احرار اسلام سے محبت انتہا درجہ کی تھی۔ بنا بریں جہاں بھی گئے اپنے احراری ہونے کا تعارف کرایا اس لئے آپ نے گھوٹکی میں قیام کے دوران بھی کوششیں کر کے جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا خطاب کرایا اور جماعت کو متعارف کرایا۔ ۱۹۷۴ء میں آپ واپس گھر تشریف لائے اور زمینداری کی طرف توجہ دینے لگے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک میں آپ نے گرفتاری پیش کی اور گرفتار ہو کر مجاہدین ختم نبوت و اسیران ختم نبوت کی صف میں شامل ہوئے۔ آپ بالکل خاموش طبیعت اور سادگی کا مجسمہ تھے۔ دوران قید ایک جمعہ کے موقع پر بعض

مولوی نماو اعظین نے طے کیا کہ جیل میں جمعہ شروع کیا جائے اور یوں اپنے وعظ اور تقریر کے فن کا مظاہرہ کریں۔ آپ یہ سب کچھ سنتے رہے جب دیکھا کہ یہ حضرات اب پروگرام کو آخری شکل دے چکے ہیں تو آپ نے ان سے سوال کیا کہ کیا قیدی پر جمعہ فرض ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے تاویلیں کرنا شروع کیں تو آپ نے انہیں کہا کہ بس! مجھے اس بات کا ہی جواب دیا جائے۔ تو وہ حضرات لاجواب ہو گئے اور پھر نماز ظہر ہی ادا کی گئی۔ حافظ محمد اکبر صاحب جو اس وقت احرار میں شامل تھے انہوں نے رحیم یار خان شہر میں جماعت کے تعاون سے مدرسہ بنایا تھا جس میں اب تک قرآن مجید اور اردو تعلیم کا اجراً تھا اب حضرت شاہ صاحب کے فرمان پر طے ہوا کہ مدرسہ میں درجہ کتب عربی کا اجراً بھی کیا جائے اور اس کے لئے انتخاب مولانا عبدالحق صاحب کا ہوا حضرت مولانا سید عطاالمحسن شاہ صاحب بخاری اور حافظ محمد اکبر، مولانا کی خدمت میں آئے اور آپکو اس دینی وجماعتی ادارہ میں تشریف لے جانے پر آمادہ کیا۔ آپ نے ۱۹۸۲،۸۳ دو سال کا عرصہ مدرسہ فاروقیہ رحیم یار خاں میں پڑھایا لیکن بعض وجوہ پر آخر سال میں گھر آ گئے لیکن تشنہ علوم جو کہ ہر وقت آپ سے فیض حاصل کر رہے تھے چین سے کہاں بیٹھنے دیتے اسی اثنائیں مولوی خلیل احمد صاحب اسلام پوری آئے جو کہ کافی عرصہ سے استاد محترم کو اپنے مدرسہ مدینۃ العلوم، اسلام پور، علاقہ جن پور لے جانے پر مصر تھے آخر منت سماجت کر کے استاد محترم کو لے گئے آپ ۱۹۸۴،۸۵ء تک اس مدرسہ میں رہے لیکن یہ مدرسہ چونکہ دور دراز پسماندہ علاقہ میں تھا اور وہاں طلباء کے قیام وطعام کے انتظام میں دشواری تھی اس لئے آپ نے جواب دیدیا اور پھر گھر پر رہنے لگے۔ ایک سال کا عرصہ آپ گھر پر رہے لیکن اس دوران بھی کوئی تشنہ علم آ جاتا تو اس علم کے حوض سے سیراب ہو کر جاتا۔ آپ وقتاً فوقتاً مختلف موضوعات پر مضامین بھی تحریر فرمایا کرتے۔ ایک دفعہ کسی نے حرکت کی اور اخبارات میں لکھا کہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے مرزا قادیانی سے اچھے تعلقات تھے اور خواجہ صاحب مرزا قادیانی کو اچھا سمجھتے تھے تو اس پر مولانا نے ایک مضمون بعنوان "کیا خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ مرزائی تھے تحریر کیا جو" روزنامہ امروز ملتان میں چھپا۔ بعد میں آپ نے "الاحرار" میں بھی شائع کرایا اور پھر ایک مستقل کتابچہ شائع کرا کر تقسیم کرایا۔ لیکن پھر کسی نے جرات نہ کی کہ جواب دیتا۔ آپ وقتاً فوقتاً روزنامہ سیادت بہاول پور، پندرہ روزہ حقیقت بہاول پور، نقیب ختم نبوت ملتان اور الاحرار لاہور میں مضمون لکھا کرتے۔ آپ کے مضامین اکثر مقام صحابہ، عظمتِ صحابہ اور دفاع صحابہ کے عنوان سے ہوا کرتے تھے۔

شہید صدر ضیاء الحق نے ایک مرتبہ پاکستان کی دینی جماعتوں سے اسلامی دستوری خاکہ طلب کیا تھا جو ایک سوالنامہ کی صورت میں مختلف علماء کو بھجوایا گیا۔ حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس احرار اسلام کی طرف سے مختصر اور بنیادی اسلامی دستوری خاکہ مرتب کر کے ارسال کیا جو بعد میں مکتبہ احرار اسلام کی طرف سے حضرت ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے علیحدہ بھی شائع کیا۔

ایک دفعہ ہمارے علاقہ کے ایک مشتاق احمد نامی شخص نے اخبار میں لکھا کہ قصبہ رانجھے خاں میں ایک صحابیٔ رسول ﷺ "ضمیر بن ربیع "کا مزار ہے۔ تو آپ نے تحقیق کر کے اس کا جواب لکھا کہ اس نام کا کوئی صحابی نہیں تھا اس کا جواب لکھنے سے قبل آپ وہاں اس مزار پر تحقیق کرنے کیلئے بھی تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ یہ مزار پہلے "بجر پیر" کے نام سے منسوب تھی یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ شخص کون تھا۔ بہر حال آپ جو بات

فرماتے پہلے پوری تحقیق کر لیتے بعد میں قلم اٹھاتے۔

"فرنگی سیاست کے برگ و بار" کے عنوان سے آپ نے ایک کتابچہ شائع کیا تھا اس کے علاوہ اور بھی کئی مقالے آپ نے لکھے۔ ماڑی اللہ بچایا نزد خان پور کے مدرسہ احیاء العلوم کے مہتمم آپکو اپنے مدرسہ میں تدریس کیلئے لے گئے آپ نے ۸۸،۱۹۸۷ء دو سال وہاں رہ کر علم کے پروانوں کو فیض یاب کیا گھوٹکی کے نزدیک آپ کے ایک دوست مولوی سلطان احمد صاحب آپکو اپنے مدرسہ مراد گوٹھ نزد گھوٹکی سندھ لے گئے وہاں پر آپ ۱۹۸۹ء ایک سال رہے۔ پھر آپ گھر آگئے اور زندگی کے بقیہ ایام گھر رہنے کا تہیہ کر چکے تھے۔ لیکن علم کے پروانے ہر وقت متلاشی تھے۔ اور آخر سید نذیر احمد شاہ صاحب بخاری جو کہ ہمارے علاقہ کے قصبہ راجن پور ڈھراں کے مقیم ہیں انہوں نے فیصل آباد میں جامعہ فاروق اعظم کی بنیاد رکھ دی تھی اور آپکو ایک جید عالم کی ضرورت تھی ان کی نظر انتخاب آپ پر پڑی لیکن مولانا وہاں جانے کیلئے رضامند نہ تھے آخر انہوں نے مولانا کے لاڈلے شاگرد مولانا عبدالواحد سبحانی اور میرے برادر صغیر حافظ عبدالرحیم نیاز اور ایک دو اور ساتھی لیکر حضرت کی منت سماجت کی آخر کار مولانا سبحانی صاحب مرحوم نے مولانا عبدالحق کو آمادہ کر ہی لیا اور آپ ۱۹۹۱ء سے جامعہ فاروق اعظم جھنگ روڈ فیصل آباد میں بحیثیت شیخ الحدیث و صدر مدرس کے اس فریضہ کو نبھار ہے تھے۔ آپ پچھلے سال ۱۹۹۶ء کو مہتمم صاحب سے معذرۃ کر کے گھر آگئے تھے کہ آپکو عرصہ سے شوگر کی مہلک مرض لاحق ہو چکی تھی جس کی بناء پر نظر پر خاصا اثر تھا۔ ایک آنکھ کا پہلے اپریشن کرا چکے تھے دوسری آنکھ کا اب اپریشن ہونے والا تھا۔ آپ نے مولانا سید نذیر احمد شاہ صاحب کو کہا کہ میں آئندہ سال تدریس کیلئے نہ آؤنگا۔ گھر تشریف لائے اور رمضان المبارک سے دس روز قبل اپنے گھر پر مسجد کی تعمیر کا کام شروع کرایا اور دس روز میں ہی مسجد مکمل کرا کر اپنے بڑے بیٹے حافظ عطاء الرحمن کو کہا کہ چل بیٹا تراویح میں قرآن مجید سنا۔ سارا رمضان المبارک آپ اہتمام کے ساتھ اپنے بیٹے کی منزل سنتے رہے۔ رمضان المبارک کے بعد سید نذیر احمد شاہ صاحب پھر تشریف لائے اور حضرت کی پھر منت کی تو آپ خاموش ہو گئے، بچوں نے کہا اباجی یہ کیا ہوا آپ پھر جانے کو تیار ہو گئے ہیں تو بچوں کو کہا کہ بیٹا مجھے زیب نہیں دیتا کہ سید کی ذات پسری منت کرے اور میں انکار کروں۔

اکتوبر ۱۹۹۵ء میں آپ کو مجلس احرار اسلام کا مرکزی امیر منتخب کر لیا گیا تھا مگر ۱۹۹۶ء میں بوجوہ اس منصب سے مستعفی ہو گے۔ شوگر کی وجہ سے نظر پر کافی اثر تھا۔ اس لئے آنکھ کا آپریشن کرانا چاہتے تھے۔ عیدالاضحیٰ کے بعد آپ صادق آباد ڈاکٹر کے ہاں آپریشن کی غرض سے گئے اس نے شوگر چیک کی تو شوگر کا زور تھا اس لئے آپریشن نہ ہو سکا۔ دوائی لیکر آگئے اور پابندی سے کھائی۔ کچھ دنوں بعد پھر شوگر چیک کرائی تو اب کنٹرول میں تھی۔ اب آپریشن ہو سکتا تھا آپ نے بجائے صادق آباد میں آپریشن کرانے کے بہاول پور کا ارادہ کر لیا۔ بہاول پور ایک ذاتی دوست سے بذریعہ فون رابطہ قائم کیا اور ڈاکٹر سے وقت طے کر لیا۔ آپ مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۹۷ء کو گھر سے بہاول پور کیلئے روانہ ہوئے۔ تین بجے وہاں اپنے دوست کے گھر پہنچے۔ شام کو ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا ڈاکٹر نے سات بجے ہسپتال میں آنے کا کہا آپ نے مغرب کی نماز کی امامت خود کرائی اور عشاء کی نماز آپ نے امریکن ہسپتال میں جا کر کمرے میں ادا کی۔ ساڑھے دس بجے آپکو آپریشن کیلئے لے جایا گیا۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ آپریشن بالکل ٹھیک ہوا آنکھ پر پٹی باندھی جارہی تھی کہ آپکو پیشاب کا تقاضا ہوا جو کہ شدۃ سے تھا آپکو پیشاب کرایا گیا پیشاب سے فارغ ہو

کر آپ جب باہر آئے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھے۔ ڈاکٹر نے سر پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا۔ آپ نے جب ہاتھ نیچے کئے تو آپ کے ہاتھ بے حس معلوم ہونے لگے ڈاکٹر نے فوراً نبض چیک کی تو نبض ڈھیلی پڑ چکی تھی۔ آپکو لٹایا گیا اور دل کے ڈاکٹر کو فوراً بلایا گیا وہ بھاگا آیا لیکن۔۔۔۔۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپکا جسد خاکی آپکے گھر لایا گیا تو علاقہ بھر میں آپکی موت کی خبر آناً فاناً پھیل گئی آپکے خاندان کے افراد کے علاوہ شاگردان و علاقے کے لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ لیکن اب سب کچھ بے سود تھا۔ حضرت مولانا سید عطاء المھیمن شاہ صاحب بخاری کو ملتان اطلاع دی گئی۔ باقی سندھ و پنجاب میں جہاں جہاں آپ کے شاگرد و متعلقین تھے اطلاع دیدی گئی مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۹۷ء بروز منگل شام پانچ بجے آپکا جنازہ کے حضرت سید محمد کفیل بخاری (نواسہ امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ) نے پڑھایا۔ حضرت شاہ صاحب نے سسکیاں بھرتے ہوئے مولانا کے احرار کے ساتھ تعلق پر گفتگو کی اور آنسو بہا کر آپکا جنازہ پڑھایا۔ شاہ صاحب نے شرکاء نماز جنازہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا عبدالحق رحمتہ اللہ کے ایک خلیق ملنسار اور وفادار انسان تھے۔ ایک جید عالم دین جو خود بھی دین پر عامل تھا۔ ہم سے جدا ہو گیا۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ فدائے احرار تھے۔ وہ ۱۹۵۸ء میں قیام ملتان کے دوران حضرت امیر شریعت کی آخری تقریر سن کر متاثر ہوئے اور احرار کو اپنے دل میں سما لیا۔ آج ۱۹۹۷ء ہے اور مولانا کی میت پر احرار کا پرچم موجود ہے۔

آپکا جنازہ مجلس احرار اسلام کے پرچم کے ساتھ اپنے آبائی قبرستان کی طرف رواں دواں ہوا جنازہ میں ضلع بھر سے مجلس احرار اسلام کے کارکن شریک ہوئے۔ سندھ سے بھی مولانا کے شاگرد دوڑے دوڑے آئے اور اپنے استاد کا آخری دیدار کیا۔ سندھ کی معروف درگاہ ہالیجی شریف کے سجادہ نشین میاں عبدالصمد صاحب بھی جنازہ میں شریک ہوئے۔

تقریباً ساڑھے چھ بجے آپکو احرار رضاکاروں نے اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا۔ ادھر سورج غروب ہو رہا تھا ادھر علم کا سورج قبر میں اتارا جا رہا تھا۔ عجیب سماں تھا ہر آنکھ اشکبار تھی لیکن قانونِ خداوندی کے آگے کون کیا کر سکتا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے شفیق و مربی استاد کو شاگردوں نے قبر میں اتارا۔ آسمان کی طرف منہ کر کے حسرت بھری نگاہ کی اور دعاؤں کے ساتھ آپکو سلا دیا گیا۔ سید محمد کفیل بخاری اور مولانا محمد اسحق سلیمی نے دعا کرائی۔

ہمارے بعد کہاں یہ وفا کے ہنگامے

کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

آپ کے تین فرزند ہیں۔ حافظ عطاء الرحمن اور انیس الرحمن، خالد محمود۔ دوسرے اور تیسرے روز آپ کے ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی ہوتی رہی آپ کے عزیز و اقارب و شاگردوں نے قرآن خوانی کر کے آپکو دعائیں پہنچائیں۔

مجلس احرار اسلام بستی مولویان کا ایک تعزیتی اجلاس ہوا جس میں قرآن خوانی کر کے مولانا عبدالحق کو ایصال ثواب کیا۔ آخر میں سرائیکی کے دو شعر عرض ہیں جو کہ میرے آنسوؤں کی ترجمانی کریں گے۔

سیڈی موت دی خبر کوں پڑھدیں ہوئیں، ہنجوں وہیسیں کر اخبار اتے

جگ ڈیکھ تے پچھسی کیا تھی گئی جیلے گھاری پئی رخسار اتے

تیکوں ڈیکھ تے ڈھنڈدن ہے ویسن جیلے آیوں قبر تیار اتے

کڈھ دھاڑ تے شوکت آکھیں دل، میں آنوناں ہا بیمار اتے

شہید ناموسِ صحابہ ---ضیاء الرحمن فاروقی رحمتہ اللہ علیہ

جب سے کائنات انسانی وجود میں آئی ہے اسوقت سے لیکر آج تک حیات و موت کا سلسلہ جاری ہے۔ جو بھی اس دنیا میں آیا وہ بالاخر اسے چھوڑ کر دار آخرت کی طرف چل دیا۔ حتیٰ کہ وہ ہستی کہ جس کیلئے کائنات کا یہ سارا نظام بنایا گیا وہ بھی اس دنیا کو داغ مفارقت دے کر اپنے رب کے پاس چلے گئے۔ صلی اللہ علیہ و وسلم۔ موت و حیات کا سلسلہ ازل سے ابد تک جاری و ساری رہے گا۔ مگر کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے اپنے شاندار کارناموں کی وجہ سے ایسے کارنامے سر انجام دیئے کہ انہوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے زندہ کر لیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دنیا سے گئے سینکڑوں سال گذر گئے لیکن آج بھی ہجرت کی رات کے واقعہ کو بیان کر کے صدیق اکبرؓ کی وفاؤں کے چرچے ہوتے ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عدالت کے چرچے ہوتے ہیں۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت بیان ہوتی ہے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بہادری بیان ہوتی ہے اور زمانہ آج بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذہانت و فطانت اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شجاعت کو یاد کرتا ہے۔ ایسے ہی صحابہ کی اتباع اور ان سے محبت کرنے والے ہمارے اسلاف نے دین اسلام کے لئے اسقدر قربانیاں دیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے امر کر لیا۔ زمانہ آج بھی مجدد الف ثانی کی جرأت آج بھی زندہ ہے۔ حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ کی شجاعت آج بھی باقی ہیں۔ زمانہ آج بھی عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی خطابت کو یاد کرتا ہے اور زمانے کو حق نواز شہید رحمتہ اللہ علیہ کی شعلہ بیان خطابت بھی یاد ہے۔ انہیں اکابر کا ایک روحانی فرزند انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جراتوں، شجاعتوں اور خطابتوں، کی ایک نئی داستان رقم کرتے ہوئے شہادت کا جام نوش کر جاتا ہے۔ اور پھر...... یہ سپہ سالار کون ہے، یہ مرد قلندر کون ہے، یہ کون عظیم المرتبت شخص ہے جو رمضان کے مقدس مہینے میں روزے کے ساتھ شہادت کا جام نوش کر گیا ہے۔ ہاں یہ ہے...... مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید رحمتہ اللہ علیہ۔ جو علم، فہم، تدبر، سیاست، صحافت، خطابت کا ایک سمندر تھا۔ جس نے مولانا حق نواز شہید رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہ کی ڈگمگاتی ہوئی ناؤ کو سہارا دیا اور پھر اپنی دن رات کی کاوش سے سپاہ صحابہ کو بلندیوں کی انتہا تک پہنچا دیا اور انہوں نے اپنی محنت اور کوشش سے پاکستان کے ہر سرکاری ادارے اور پوری دنیا میں سپاہ صحابہ کا پیغام پہنچا دیا۔

مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید رحمتہ اللہ علیہ جرأت و بہادری کا روشن مینار اور استقامت کا ایک پہاڑ تھے۔ انتہائی مشکلات میں بھی کبھی نہ گھبرائے تھے۔ ہمیشہ چمکتا اور مسکراتا چہرہ، پیشانی پر کبھی بھی پریشانی کے آثار نمودار نہ ہوتے تھے۔ مولانا حق نواز شہید کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہؓ پر انتہائی مشکل اور کڑا وقت تھا۔ لیکن اسوقت بھی فاروقی شہید رحمتہ اللہ علیہ کے پائے استقامت میں کبھی لغزش نہ آئی۔ انہوں نے سپاہ صحابہ کو ہر مشکل اور پریشانی سے نکال کر دشمنان اسلام کے سامنے ایک مضبوط چٹان کی مانند لاکھڑا کیا۔ انہی کی محنت اور کوشش کے باعث سپاہ صحابہ ملک کی ایک مضبوط مذہبی قوت کے روپ میں سامنے آئی۔

مولانا فاروقی شہید رحمتہ اللہ علیہ کو ابتدا سے ہی صحافت سے لگاؤ تھا۔ زمانۂ طالب علمی میں ہی متعدد کتب ترتیب دیں۔

اسکے علاوہ خلافت راشدہ جنتری اور "رہبر و راہنما" جیسی مقبول کتاب جس میں رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کو ایک نئے انداز میں پیش کیا ہے تحریر کی۔

مولانا فاروقی شہید رحمتہ اللہ علیہ نے متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ تحریک تحفظ ختم نبوت سے لیکر تحریک ناموس صحابہ تک تحریک میں شامل رہے اور سرور کونین ﷺ اور آپکے پیاروں کی ناموس کیلئے زندان کی تکالیف برداشت کرتے رہے۔ اور سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ ان کی متعدد تصانیف کی تیاری بھی دوران جیل ہی ہوئی ہے۔

اب بھی تقریباً 14 ماہ سے پس دیوار زندان تھے۔ ان ۱۴ ماہ کے دوران انہوں نے ۲۹ تصانیف تحریر کی ہیں جو کہ اہل سنت اور خاص طور پر سپاہ صحابہ کے کارکنان کیلئے اہم سرمایہ ہیں۔

مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید رحمتہ اللہ علیہ انتہائی شفیق، مہربان اور خوش مزاج انسان تھے۔ انکے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹیں بکھرتی تھیں۔ انتہائی پریشانی میں بھی چہرے پر مسکراہٹ ہوتی تھی۔ ہر ایک کے ساتھ انتہائی خوش مزاجی سے پیش آتے تھے۔ کارکنان کیلئے انتہائی شفیق تھے۔ ہمیشہ شفقت سے پیش آتے تھے۔ روٹھے ہوئے کارکن ان کا چہرہ دیکھتے ہی اپنی شکایات بھول جاتے تھے۔ یاداشت کے اتنے پختہ تھے کہ جس شخص سے ایک مرتبہ ملتے تو برسوں بعد بھی اسے پہچان لیتے تھے۔ خود فرماتے تھے کہ مجھے کسی کا نام اور فون نمبر کبھی نہیں بھولتا۔

ایسا شفیق انسان، دوسروں کو خوشیاں بانٹنے والا، انتہائی خوش مزاج ۱۸ جنوری ۱۹۹۷ء کو رمضان المبارک کے مہینے میں لاہور سیشن کورٹ میں پولیس کے پہرہ میں بم سے شہید کر دیا گیا۔ لاکھوں عشقان کے قافلے سمندری اور جھنگ کی طرف چل پڑے تاکہ قائد شہید رحمتہ اللہ علیہ کا آخری دیدار کر سکیں اور اپنے عظیم قائد کے جسد خاکی کو کندھا دے سکیں۔

لاہور، فیصل آباد، سمندری اور جھنگ میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ تمام راستوں پر اس شہید رحمتہ اللہ علیہ کو سلامی دینے کیلئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ سڑکوں کے دو اطراف کھڑے تھے۔

قائد کا چہرہ آج بھی پہلے کی طرح چمک رہا تھا۔ اور یہ پیغام سنا رہا تھا کہ شہید مر کر بھی زندہ ہوتے ہیں۔

۱۹ جنوری کو رات کو تقریباً ۱۱ بجے جامعہ محمودیہ جھنگ میں انکے دو سابقین مولانا حق نواز شہید رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا ایثار القاسمی شہید رحمتہ اللہ علیہ کے پہلو میں دفنا دیا گیا۔

مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت تمام اھل سنت کو بالعموم اور سپاہ صحابہؓ کے کارکنان کو بالخصوص یہ پیغام دیتی ہے۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

ڈاکٹر سرفراز نعیمی

غصہ ایک ناپسندیدہ عمل

مسائل کو پیدا کرنے....... بنے بنائے کھیل کو بگاڑنے .... پرسکون حالات کو تلپٹ کرنے....... معاشرتی، خاندانی، ثقافتی، سیاسی الجھنیں پیدا کرنے اور برائیوں کو جنم دینے کے عناصر میں سے ایک اہم عنصر بھی ہے۔

گزرتے ہوئے زندگی کے حسین لمحات میں سے جس لمحہ کے اندر "غصہ" غالب آجائے وہ ماضی کی خوش کن یادوں کو تلخی میں بدل دیتا ہے اور بعض اوقات اپنے پیچھے ایسے تلخ واقعات کو جنم دیتا ہے کہ اس پر کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ چند لمحات کا غصہ کئی دہائیوں پر مشتمل تعلقات کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتا ہے....... ایک ساعت کا غصہ دو جڑے ہوئے دلوں میں ایسی تفریق پیدا کردیتا ہے کہ ہزاروں جتن کرنے سے بھی وہ یک جا نہیں ہو پاتے۔ معاشرے میں یک جان دو قالب کی مانند بسنے والے....... رنگا رنگ تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے....... مختلف زبانیں بولنے والے....... کالے اور گورے رنگ کے خاندانوں سے تعلق رکھنے والے....... مختلف طبقات سے منسلک ہونے والے ہزاروں سال بھی اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ لیکن جہاں کسی ایک طبقہ میں دوسرے کے خلاف "غصہ" نے جنم لینا شروع کیا تو یک جائی کی سب صورتیں دھیرے دھیرے دم توڑنے لگتی ہیں۔

خالق کائنات نے مؤمنوں کی صفات حسنہ میں سے ایک صفت حسنہ یہ بیان کی ہے

"وہ غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کردینے والے ہوتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

چنانچہ حضور اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تشریح اس انداز سے فرمائی۔

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "کسی شخص نے کوئی ایسا گھونٹ نہ پیا جو اللہ عزوجل کے نزدیک اس غصہ کے گھونٹ سے درجہ میں بڑھ کر ہو جسے وہ محض اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے دم سادھ کر پی جائے۔"

جہاد کی سب سے اہم قسم یہ ہے کہ انسان اپنی تمناؤں اور خواہشوں کو قابو میں کر لے، اپنی آرزوؤں اور امنگوں کو اپنا تابع کر لے، اپنے اخلاق کو صحیح کر لے اور اپنی بری عادات کو نیک عادات میں بدل کر اپنے جذبات کو قابو میں کر لے کیونکہ ان چیزوں پر قابو پانا، ان کو دبانا مشکل ترین اوامر میں سے مشکل امر ہے۔ اگر انسان اپنے غصہ کی کیفیت اور حالت پر غور کرے تو اسے یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ میں آجائے گی کہ غصہ کا پینا کس قدر کٹھن کام ہے اور اگر وہ اس کیفیت میں غصہ کو پی لیتا ہے اور اس کیفیت کے اندر بے وقوفی کے عمل اور سفیہانہ انداز کو اختیار کرنے سے درگزر کرتا ہے تو حقیقت میں وہ بہادر ترین افراد میں سے ایک فرد ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "گھونٹ پینے" کا لفظ استعمال فرما کر انسان کی توجہ اس طرف مبذول فرمائی ہے کہ بعض اوقات انسان اپنے پسندیدہ مشروب کے ذائقہ کو اس قدر محبوب جانتا ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ اپنے پسندیدہ مشروب کو یک لخت ایک ہی گھونٹ میں پی کر ختم کر لے بلکہ وہ ذائقہ سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز

ہونے کے لیے آہستہ آہستہ مزے لیتے ہوئے گھونٹ پیتا ہے تاکہ اس کی جسم وجان فرحت کے اعلیٰ درجے سے لطف اندوز ہوسکے اور جتنی مرتبہ وہ غصہ کے گھونٹ پیئے گا اتنی ہی مرتبہ وہ اللہ کی رحمتوں سے نوازا جائے گا۔ جبکہ دوسری طرف بعض اوقات انسان تلخ اور کڑوے گھونٹ بھی نوش جان کرتا ہے۔ بظاہر اس کا ذائقہ تلخ محسوس کرتا ہے لیکن نتیجہ کے اعتبار سے یہ اس کی صحت کے لئے مفید ہوتا ہے۔ غصہ کا پینا اگرچہ بڑا مشکل امر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو جو "گھونٹ" پسند ہیں ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ گھونٹ غصہ کا وہ گھونٹ ہے جسے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے پی لیا جائے۔ یعنی اس سے اس غصہ کے عالم میں کوئی ایسا فعل اور کوئی ایسی حرکت صادر نہیں ہونی چاہیے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب بنے۔ یا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو اور اگر وہ اس عمل کو اپنے لئے اختیار کرلیتا ہے تو اس سے نہ صرف وہ اپنے آپ کو نادیدہ مصیبت سے محفوظ کرلیتا ہے بلکہ بہت سے ان افراد کو بھی بچالیتا ہے جن کو نقصان پہنچانے کا اندیشہ ہوسکتا تھا۔ اس کا یہ عمل خالق کائنات کی نگاہ میں قابل تحسین بھی ہے اور قابل تبریک بھی، کیونکہ حقیقت میں اس طرح اس نے اپنے اس عمل سے انسانیت کی خدمت کی ہے۔ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اسے نصیحت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... "غصہ نہ کیا کر" اس نے کئی بار نصیحت کی گزارش کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار جواب میں یہی کہا "غصہ نہ کیا کر"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسلوب تھا کہ جس مزاج کا کوئی سائل سوال کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مزاج اور طبیعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے حال کے مطابق جواب مرحمت فرمایا کرتے تھے، چنانچہ اس واقعے کے اندر بھی اسی اسلوب کو اختیار فرمایا، چونکہ وہ کچھ زیادہ ہی تیز مزاج اور غصیلی صفات کے عادی تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب اور مفید ترین نصیحت فرمائی کہ "غصہ نہ کیا کرو" اور اس کے بار بار پوچھنے پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا۔ یہ نصیحت صرف انہی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خاص نہیں ہے ہر اس شخص کے لئے ہے جس میں غصہ کی صفات موجود ہوں۔

عطیہ خواجہ غریب شاہ

اصلی ہڈی جوڑ گولی

رجسٹرڈ 675

انسان کی ہڈی ٹوٹ جائے تو گولی کے تین حصے کرکے روزانہ نہار منہ مکھن کے ساتھ کھائیں اور پانچ دن تک نمک سے پرہیز کریں۔ اور اگر کسی جانور کی ہڈی ٹوٹ جائے تو یہی گولی مکمل جوار، مکئی یا جو کے آٹے میں کھلائیں نمک، گندم اور چنے کے آٹے سے پرہیز کرائیں۔ نیز ہمارے ہاں بواسیر اور ہمہ قسم کے درد کی گولیاں بھی دستیاب ہیں۔ نوٹ: مدرسہ کے لئے تعاون کی اپیل جاتی ہے۔

پتہ: صاحبزادہ قاری محمد طیب میانہ (اولاد سلطان عبدالحکیم)
مسجد حاجی بشیر احمد محلہ سلطانیہ عبدالحکیم، تحصیل کبیروالا ضلع خانیوال

راشٹر پتی نہیں کروڑ پتی

اس خبر نے موجودہ اور سابقہ دونوں وزرا اعظموں کا رعب زائل کر دیا ہے کہ میاں نواز شریف صرف بارہ کروڑ روپے "پتی" اور محترمہ بے نظیر بھٹو محض تین کروڑ روپے کی "پتنی" ہیں۔ اگرچہ ان "حقائق" کی روشنی میں میاں صاحب محترمہ سے چار گنا امیر ہو جاتے ہیں مگر مملکت خداداد پاکستان میں دولت کمانے کے جائز اور ناجائز بلکہ ناجائز حدود تک پھیلے ہوئے جائز طریقوں کو ناجائز بنانے والے وسائل سے آگاہی رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ دولت کے لحاظ سے میاں صاحب لاکھوں میں ایک نہیں بنتے تو ہزاروں میں ایک بن جاتے ہیں اور محترمہ جیسے "تین کروڑمی مل" تو پاکستان میں لاکھوں کی تعداد میں پھرتے ہیں۔ محترمہ کی مالی حیثیت سے زیادہ قیمتی تو انکی سیاست کا مرکز گلزار ہاؤس ہی ہوگا۔

خبر نگاروں نے مذکورہ بالا حقائق ۱۹۹۷ء کے انتخابات میں داخل ہونے والے کاغذات نامزدگی کے ساتھ منسلک کیے گئے "اعلانات" سے حاصل کیے ہیں۔ جن کے مطابق میاں نواز شریف، ان کی زوجہ محترمہ بیگم کلثوم نواز، صاحبزادے حسن نواز اور دختر نیک اختر سلمیٰ نواز کے پاس بارہ کروڑ اٹھائیس لاکھ چھیاسٹھ ہزار ایک سو اٹھائیس روپے مالیت کے اثاثے ہیں جبکہ محترمہ بے نظیر بھٹو، ان کے شوہر نامدار آصف علی زرداری اور بچوں بلاول زرداری، بختاور زرداری اور آصفہ زرداری کے اثاثے تین کروڑ ۶۸ لاکھ آٹھ سو ۸۷ روپے کی مالیت کے ہیں۔ سابقہ اور موجودہ وزرا اعظموں کے اثاثوں میں نہ تو پوری دنیا میں شہرت پانے والے سرے محل کا کہیں ذکر ہے اور نہ ہی رائے ونڈ سے رائے ونڈ تک پھیلی ہوئی زرعی اراضی پر لہلہلانے والے فارموں کا کوئی نشان ملتا ہے۔

بتایا گیا ہے کہ میاں نواز شریف کی گزشتہ مالی سال کے دوران اتنی آمدنی بھی نہیں تھی کہ وہ کوئی انکم ٹیکس ادا کرتے البتہ انہوں نے ڈیڑھ لاکھ روپے کا ویلتھ ٹیکس ضرور ادا کیا تھا۔ اس سے پچھلے سال اتنی آمدنی تھی کہ ۷۷۴ روپے کا انکم ٹیکس ادا کرتے اور "ویلتھ" بھی اتنی تھی کہ تقریباً آٹھ لاکھ روپے کا دولت ٹیکس ادا کرنا پڑا۔ سال ۹۴۔ ۱۹۹۳ء میں میاں صاحب کی آمدنی اتنی نہیں تھی کہ انکم ٹیکس ادا کرتے مگر دولت بدرجہا زیادہ تھی چنانچہ اکیس لاکھ ۸۴ ہزار روپے بطور دولت ٹیکس ادا کرنے پڑے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سیاسی مصروفیات نے میاں صاحب کو کس قدر نقصان پہنچایا اور ان کی دولت ۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۷ء تک بتدریج کم ہوتی چلی گئی اور بائیس لاکھ کا دولت ٹیکس صرف ڈیڑھ لاکھ روپے تک رہ گیا۔

محترمہ بے نظیر بھٹو اور ان کے بچوں کے پاس دو کروڑ سولہ لاکھ روپے کی مالیت کے اثاثے ہیں جبکہ محترم آصف علی زرداری کے پاس صرف ایک کروڑ اکاون لاکھ ۷۹ ہزار ایک سو پانچ روپے ہیں۔ غیر منقولہ جائیداد کے ضمن میں محترمہ کے پاس کلفٹن کراچی کے دو ہزار مربع گز کے بنگلے میں پچاس فیصد کا حصہ ہے جس کی مالیت ایک لاکھ بارہ ہزار پانچ سو روپے بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ان کے ہزار مربع گز کے دو پلاٹ گوادر (بلوچستان) میں ہیں۔ زرعی زمین، آئس فیکٹری میں حصے، بینک اکاؤنٹ اور صنعتی یونٹوں کے حصص اس کے علاوہ ہیں۔ کاغذات

میں یہ بھی درج ہے کہ محترمہ کو ان کے شوہر نے دو مرسڈیز کاریں خریدنے کے لئے ۳۶ لاکھ ۲۳ ہزار آٹھ سو روپے بطور تحفہ دیے تھے۔ یہ گاڑیاں محترمہ نے ۳۰ جون ۱۹۹۶ء کے بعد حکومت پاکستان کو گفٹ کر دی تھیں۔

میاں نواز شریف اور محترمہ بے نظیر بھٹو دونوں نے لکھ کر دیا ہے کہ ان کی بیرون ملک کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے اور نہ ہی کسی بیرونی ملک میں ان کی کوئی ملکیتی چیز موجود ہے۔ مگر محترمہ بے نظیر نے ایک الگ تحریر میں بتایا ہے کہ ان کے نام اور ان کے بچوں کے نام پر کچھ غیر ملکی کرنسی اکاؤنٹس ہیں۔ حیرت کی اصل بات یہ ہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو نے کاغذات نامزدگی داخل کرتے وقت پاکستان پیپلز پارٹی کو اپنی غیر منقولہ یا منقولہ جائیداد نہیں بتایا اور میاں نواز شریف نے بھی یہ کہیں نہیں لکھا کہ پاکستان مسلم لیگ انہیں اور ان کے برادر خورد کو ورثے میں ملی ہے۔ ان دونوں موجودہ اور سابقہ وزرا اعظموں نے اپنے ڈیکلیریشن میں اپنے اپنے "ووٹ بینک" کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا چنانچہ ان کی غلط بیانی پر ان کے خلاف ریفرنس دائر کیے جاسکتے ہیں۔

معلوم نہیں یہ بات درست ہے یا محض لطیفہ ہے کہ فیلڈ مارشل ایوب خان کے ایک صاحبزادے بھارتی سفارت خانہ کی کسی دعوت میں شرکت کے لئے گئے تو سفارت خانہ کے افسر مہمانداری نے ان کا تعارف اپنے سفیر سے کراتے ہوئے بتایا کہ ان کے پتاجی پاکستان کے راشٹر پتی ہیں۔ صاحب زادے نے فوراً تصحیح فرمائی کہ "راشٹر پتی نہیں کروڑ پتی"۔ اس واقعہ کے ربع صدی بعد بھی اگر ہمارے سربراہان حکومت کروڑ پتی ہیں تو کیا فائدہ ایسی حکومت کا؟ اس سے بہتر نہیں ہے کہ کوئی فائدے کا دھندہ کیا جائے اور عزت آبرو کی زندگی گزاری جائے۔

(روزنامہ "جنگ" لاہور۔ ۸ مارچ ۱۹۹۷ء)

بقیہ از صـ ۱۳

کئی افسوس ناک واقعات ہیں۔ ان میں چنگیزیوں سے ساز باز کر کے ابن علقمی اور ہلاکو کے رقیب گرگشتہ فرید نصیر الدین طوسی جیسے گمراہ وطن فروشوں اور حکمرانوں نے خلافت عباسیہ کو تباہ کر ڈالا۔ جسطرح جعفر و صادق نے برصغیر میں سراج الدولہ اور سلطان ٹیپو کو شہید کروایا۔ وزیر قراجا خان کی غداری کی اطلاع نے قلعہ کی فوج کو پریشان کر دیا۔ وزیر قراجا خان کی غداری کی اطلاع نے قلعہ کی فوج کو پریشان کر دیا مگر اللہ کے سپاہی اپنی جگہ ڈٹ گئے۔ ادھر غداروں کا انجام دیکھئے کہ دوسرے ہی دن چغتائی کمانڈر نے اور ان کے سردار یعنی چنگیزی وزیر قراجا کو طلب کیا اور بولا کہ سب مجھے رات ہی خبر مل گئی تھی کہ تم ہم سے آملے ہو پھر پوچھا کہ اب کتنے سپاہی تمہارے ساتھ ہیں۔ جواب ملا کہ .... دس ہزار سپاہی چنگیزی کمانڈر بولا، جب تم اپنے بادشاہ کے وفادار نہیں رہے تو اسکی کیا ضمانت ہے کہ ہمارے وفادار رہو گے؟ پھر پوچھا اب تمہارے افسر کتنے ہیں؟ وزیر قراجا نے بتایا کہ کل چالیس افسر ہیں۔ وزیر قراجا کے ساتھ ان سب کو ایک قطار میں کھڑا کر دیا پھر چغتائی سردار نے اپنے ایک فوجی دستے کو حکم دیا کہ ان غداروں کی گردنیں ایک ساتھ اڑا دو!

غدار دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

نقطہ نظر

جناب ڈاکٹر محمد امین

دعوت کی سیاست

ہمارے دین کی تعلیمات پوری انسانی زندگی کا احاطہ کیے ہوئے ہیں خواہ وہ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی لہذا اسلامی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ نہ صرف افراد اپنی ذاتی اور انفرادی زندگی اسلامی احکام کے مطابق گزاریں۔ بلکہ ان کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اجتماعی زندگی بھی اسی کے احکام کے مطابق گزاری جائے۔ اس لئے ناگزیر ہے کہ مسلمانوں کا ایک منظم معاشرہ ہو اور وہ اپنی ریاست اور حکومت رکھتے ہوں۔ جب ایسی ریاست موجود ہو تو مسلم حکمرانوں کا کام یہ ہے کہ وہ اسلامی احکام کے مطابق اس ریاست کا نظام چلائیں اور عام مسلمانوں فرض یہ ہے کہ وہ ان کی اطاعت کریں اور ان سے تعاون کریں۔ اگر مسلم حکمران پوری طرح اسلامی تعلیمات کے مطابق کام نہ کریں تو عام مسلمانوں اور علماء صلحا کا فرض یہ ہے کہ وہ ان کی اصلاح کی کوشش کریں اور انہیں سمجھائیں لیکن اس وقت تک ان کی اطاعت سے منہ نہ موڑیں جب تک وہ کھلم کھلا دین کی بنیادی تعلیمات پر عمل ترک نہ کردیں اور ان کی مخالفت نہ شروع کر دیں۔ اس صورت میں انہیں حق حاصل ہے کہ وہ ان کی اطاعت نہ کریں یا اگر ان کے پاس اتنی منظم طاقت ہو کہ وہ اس حکومت کو بدل سکتے ہیں تو اسے بزور بازو بدل دیں۔

اب موجودہ مسلم معاشروں کو دیکھیے بلکہ پاکستان ہی کی مثال لیجیئے کہ ہمارا آئین اسلام کی بالادستی کا اقرار کرتا ہے اور کئی آئینی ادارے اس کے لئے کام کر رہے ہیں اور بہت سے اسلامی قوانین یہاں نافذ ہیں۔ اور ہمارے حکمران آئے دن اسلام کے حق میں تقریریں کرتے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ ان حالات میں عوام اور علماء کے سامنے صرف یہی راستہ رہ جاتا ہے کہ وہ حکمرانوں کی اصلاح کی کوشش کریں (قرآن مجید کہتا ہے کہ تم پر اصلاح ہی کی ذمہ داری ہے...... ۱۱-۸۸) اور امام احمد اپنی مسند میں ایک حدیث لائے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے حکمران میں کوئی خرابی دیکھو تو تنہائی میں اس کو سمجھاؤ اگر تم نے ایسا کیا تو اپنا فرض ادا کر دیا۔ (۳:۴۰۴) یا ان کے پاس اگر پر امن طریقے سے حکمرانوں کو ہٹانے کے مواقع میسر ہوں تو وہ انہیں فعال طریقے سے استعمال کریں اور ان کی بجائے نیک اور اہل تر لوگوں کو بر سر اقتدار لائیں۔ اسلامی سیاست کے یہ وہ بنیادی اصول ہیں جنہیں ہم نے سادہ لفظوں میں بیان کر دیا ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ پچھلے تیرہ سو سال سے جمہور امت کا اسی پر عمل رہا ہے کہ سوائے شروع کے اکادکا واقعات کے۔ اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمانوں نے صدیوں عروج کا زمانہ دیکھا، مسلمان معاشرہ پچھلے چودہ سو سال سے بلا انقطاع قائم ہے بلکہ آج بھی اسلام دنیا کا دوسرا سب سے بڑا مذہب ہے اور مسلمان دنیا کی ایک بہت بڑی طاقت ہیں اور بحیثیت ایک دین اور ملت کے یہ کوئی معمولی کامیابیاں نہیں ہیں شروع کے جن اکادکا واقعات کیطرف ہم نے اشارہ کیا ہے اس میں اسلام کے ابتدائی عہد میں حضرت حسین ابن علی اور حضرت عبد اللہ بن زبیر کی مزاحمتی کوششیں شامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سیاسی حکمت عملی کی بات تھی کہ اپنے حکمرانوں کی اصلاح کیسے کی جائے اور انہیں کیسے ہٹایا جائے، کوئی اسلام اور کفر اور حق و باطل کا مسئلہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سارے

جلیل القدر صحابہ کرام نے حضرت معاویہ اور یزید کی بیعت کی تھی......ان کی کمزوریوں کے باوجود اگر یہ کوئی گناہ کا کام ہوتا تو سارے صحابہ کرام اس میں ہر گز شامل نہ ہوتے بلکہ خود حضرت حسین نے بھی، جب ان کو گھیر لیا گیا، تو مخالف سردار فوج سے کہا تھا کہ میرا راستہ چھوڑ دو، میں خود جا کر یزید سے بات کرلیتا ہوں مجھے جہاد کے کسی محاذ پر چلا جانے دو یا کم از کم واپس جانے دو لیکن ان کی بات نہ مانی گئی چنانچہ انہیں لڑنے پر مجبور کیا گیا اور گھیر کر ظالمانہ طریقے سے شہید کر دیا گیا۔ حضرت حسین کی عظمت یہ تھی کہ قلیل تعداد اور گھرے ہونے کے باوجود انہوں نے جبر کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا اور اپنا اور اپنے ساتھیوں کی جان کا نذرانہ پیش کر کے ایک خاندانی اور بہادر آدمی کی طرح لڑ کر شہید ہونا منظور کر لیا لیکن یہ ثابت کر دیا کہ ان جیسے آدمی سے تلوار کی نوک پر کوئی بات نہ منوائی جاسکتی تھی۔ چنانچہ بعد کی صدیوں میں بھی تابعین، تبع تابعین اور علماء و صلحائے امت کا ہمیشہ یہی رویہ رہا کہ اگر حکمران اچھا ہو تو اس کے اچھے کاموں کی تعریف کی اور اس کے ساتھ تعاون کیا اور اگر حکمران اسلامی لحاظ سے ناپسندیدہ ہوا تو اسے سمجھانے کی اور اس کی اصلاح کی کوشش کی لیکن انہوں نے کبھی سیاسی جماعت بنا کر اور عوام کو ساتھ ملا کر محاذ آرائی سے یا بزور بازو ان کو ہٹانے کی کوشش نہیں کی۔ نیز علماء و صلحائے امت نے ماضی میں اس بات کو بھی کبھی پسند نہیں کیا کہ وہ خود اقتدار کے خواہاں اور علم بردار بن کر اٹھ کھڑے ہوں اور اس مقصد کے لئے مسلمان حکمرانوں سے مزاحمت اور کشمکش کریں۔ یہ تو موجودہ صدی (عیسوی) کی بات ہے کہ خلافت کے خاتمے کے بعد جب مغربی ممالک نے اکثر مسلم ممالک پر استعمارانہ قبضہ کرلیا اور اپنا سیاسی نظام بھی وہاں نافذ کر دیا تو سب سے پہلے مصر میں الاخوان المسلمون نے انگریزوں کے زیراثر ہونے والے جمہوری انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا اور بعد میں دوسرے لوگ بھی اس راہ پر چل نکلے۔ گویا دینی عناصر کا سیاسی جماعتیں بنانا اور جمہوری پروسیس میں حصہ لینا ایک طرح سے مجبوراً مغربی استعمار کی وکٹوں پر کھیلنے کی بات ہے نہ کہ یہ پسندیدہ یا راجح اسلامی طریق سیاست ہے۔ رہا یہ کہ دینی عناصر اس تجربے کی ناکامی کو کیوں نہیں محسوس کر رہے تو عرض یہ ہے کہ محسوس تو وہ بھی کر رہے ہیں بس ابھی تک وہ اس موڑ پر نہیں پہنچے جہاں وہ ایک شجاعانہ فیصلہ کر کے اپنی سیاسی حکمت عملی کا رخ موڑ دیں کیونکہ ایسے فیصلے آسان نہیں ہوتے۔

مشہور مصری مفکر اور اخوانی رہنما جناب محمد قطب سے ایک دفعہ ایک جریدے نے سوال کیا کہ سید قطب شہید اپنی زندگی کے آخری دنوں میں کیا سوچ رکھتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ جیل میں یہ سوچتے تھے کہ مصری عوام نے ابتلا کے وقت اخوان کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟ مرحوم سید اسعد گیلانی اور مولانا سید وصی مظہر ندوی نے ہمیں بتایا کہ مولانا مودودی مرحوم سے اس موضوع پر ان کی بات ہوئی تھی اور یہ کہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں مولانا بھی اپنی سیاسی حکمت عملی سے تقریباً مایوس ہوگئے تھے۔ لیکن اپنی بیماری، کمزوری، عملی سیاست میں نہ ہونے، محض اعلان کو سودمند نہ سمجھنے اور اس ضمن میں عملاً کوئی کردار ادا کرسکنے کی پوزیشن میں نہ ہونے کی وجہ سے مولانا نے کوئی اعلان کرنا مناسب نہ سمجھا البتہ ۱۹۴۸ء میں جب وہ یہ سیاسی حکمت عملی اپنا رہے تھے تو انہوں نے اس وقت اعلان کر دیا تھا کہ ہم نفاذ اسلام بذریعہ سیاسی قیادت کی تبدیلی (یا اوپر سے نیچے کی طرف تبدیلی) کی حکمت عملی اپنا تو رہے ہیں لیکن اگر ہمیں اس طریقے سے کامیابی نہ ہوئی تو ہم دوسرا رستہ یعنی پہلے دعوت و اصلاح کے

ذریعے عام معاشرے کی اصلاح اور پھر اس کے نتیجے میں سیاسی تبدیلی کی حکمت عملی اپنالیں گے۔ (ملاحظہ ہو ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۴۸ء)۔ اسی لئے ہم دینی سیاسی جماعتوں کے کار پردازوں اور اہل علم کے سامنے یہ بات رکھ رہے ہیں کہ وہ وقت آگیا ہے کہ موجودہ سیاسی حکمت عملی کی ناکامی کو تسلیم کرلیا جائے اور اس پالیسی کو بدلنے کا بہادرانہ فیصلہ کرلیا جائے اور کام کو کرنے کا جو صحیح طریقہ ہے یعنی دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت پر ترکیز کے ذریعے پہلے درجے میں معاشرے میں گراس روٹ لیول پر تبدیلی اور پھر اس کے ذریعے سیاسی تبدیلی۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت پر ترکیز کا راستہ اختیار کیا جائے تو پھر سیاست کی آخر گنجائش ہی کیا رہ جاتی ہے؟ اور کیا یہ دین کا ناقص تصور نہیں کہ اس میں سیاست اور اجتماعیت کو اہمیت نہ دی جائے جیسا کہ تبلیغی جماعت اور بعض اہل تصوف اور دوسرے گروہ کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ مفروضہ محض غلط فہمی پر مبنی ہے۔ دعوت و اصلاح کو بنیاد بنانے کا مطالبہ یہ ہرگز نہیں ہے کہ سیاست و اجتماعیت کو اہمیت نہ دی جائے۔ دراصل مروجہ سیاسی طریق کار اس طرح ذہنوں میں رچ بس گیا ہے کہ اس کے علاوہ دوسرے کسی طریق کار کا تصور کرنا بعض لوگوں کو مشکل نظر آتا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ شائد یہ قرآن مجید میں لکھا ہوا ہے کہ موجودہ طرز کی سیاسی جماعتیں بنائی جائیں اور انتخابات میں حصہ لیا جائے۔ حالانکہ یہ اصول کی نہیں محض فروع کی بات ہے۔ نص پر مبنی حکم شرعی نہیں محض طریق کار اور حکمت عملی کی بات ہے۔ اسے اپنایا بھی جاسکتا ہے، جزواً تبدیل بھی کیا جاسکتا ہے، اور بالکلیہ چھوڑا بھی جاسکتا ہے۔ اسی لئے ہم کہہ رہے ہیں کہ جب تجربے نے ثابت کردیا ہے کہ موجودہ جمہوری طرز حکومت میں سیاسی جماعتیں بنا کر اور انتخابات میں حصہ لے کر نفاذ اسلام کی منزل تک پہنچنا ممکن نہیں تو ناگزیر ہے کہ اسے غیر موزوں سمجھ کر ترک کردیا جائے اور اس طریق کار کی طرف لوٹ جایا جائے جس پر پچھلی تیرہ صدیوں میں جمہور امت اور سلف صالح نے عمل کیا ہے۔

اس کی دو عملی صورتیں ہوسکتی ہیں ایک تو یہ کہ دینی عناصر مل کر ایک پریشر گروپ بنالیں اور اپنے مطالبات بتدریج حکومت سے منوائے جائیں۔ موجودہ طرز کی سیاسی جدوجہد میں وہ متحد نہیں ہوپاتے کیونکہ ہر دینی سیاسی جماعت کا لیڈر اپنے اور اپنی پارٹی کے لئے کامیابی اور اقتدار چاہتا ہے لہذا دوسری دینی جماعتوں کو اپنا حریف سمجھتا ہے اور ان کے ساتھ مل بیٹھنا یا سمجھوتہ کرنا اس کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتا پھر اسٹیبلشمنٹ سے بھی ان کو باہم لڑائی رہتی ہے کیونکہ وہ ان کے بھی حریف ہوتے ہیں۔ لیکن ہماری تجویز کے مطابق اگر کرسی اور اقتدار کا خیال ہمارے علماء اور دینی رہنماؤں کے ذہن سے نکل جائے اور اس دوڑ میں وہ "غیر دینی" سیاسی جماعتوں کے حریف نہ رہیں تو وہ بھی ان کے معاملے میں کچھ نرم پڑجائیں گے اور نتیجتاً علماء کا اتحاد ممکن ہوسکے گا۔ ہماری رائے میں اس طرح کا عملی سیاست میں براہ راست حصہ نہ لینے والا دینی عناصر کا پریشر گروپ بہت کامیاب ثابت ہوسکتا ہے۔ وہ اپنے ووٹ بنک کو جمع کرکے انتخابات کے وقت موثر سیاسی جماعتوں کے سامنے اپنے مطالبات رکھ کر منوا سکتا ہے۔

اور اس طرح پاکستان کی اسلامائزیشن میں ایک اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ اگر کوئی سیاسی جماعت ان کے ساتھ بدعہدی کرے گی تو وہ اگلی دفعہ اس ووٹ بنک سے محرومی کا خطرہ مول لے گی۔ اس طرح سیاسی جماعتوں میں اس ووٹ بنک کے لئے ایک مسابقت شروع ہوجائے گی۔ اور یہ چیز دینی جماعتوں کے پریشر گروپ کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی

کیونکہ اس طرح وہ زیادہ سے زیادہ اسلامی مطالبات منوا سکے گا۔ اس طریق کار کا بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ علماء اور دینی عناصر کو اپنی ساری صلاحتیں اور وسائل دعوت واصلاح اور تعلیم و تربیت کے کاموں پر لگانے کا موقع ملے گا۔ اور اس طرح مزید مساجد اور مدارس قائم ہوں گے۔ سکول اور کالج کھلیں گے۔ اسلامی لٹریچر میں اضافہ ہوگا۔ دعوتی اور تبلیغی سرگرمیاں بڑھیں گی اور ان سب کے نتیجے میں انشاء اللہ نہ صرف عام لوگوں کی اصلاح ہو گی اور معاشرے میں دینی بہار آئے گی بلکہ طبقہ امراء اور خواص خصوصاً حکمران طبقوں میں بھی اسلام کے اثرات پہنچیں گے جو موجودہ صورت میں اس لئے ممکن نہیں کہ علماء جب حکمران طبقوں کے سیاسی حریف بن جاتے ہیں تو اسلامی لحاظ سے ان پر اثر انداز ہونے کے راستے بند ہوجاتے ہیں اور ان کے لئے موثر دعوتی و اصلاحی کام نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ علماء موثر سیاسی جماعتوں میں شامل ہوجائیں یا ان کی حمایت کا اعلان کردیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ یہ سیاسی جماعتیں جن پر اس وقت دنیا داری کا غلبہ ہے دین اور اہل دین کے قریب آنے لگیں گی۔ علماء جب بتدریج انکی ہر سطح کی قیادت میں شامل ہوں گے تو وہاں مختلف مسائل میں ان کی رائے بھی سامنے آئے گی۔ جو ان جماعتوں کی کارکردگی پر اثر انداز ہوگی۔ نیز اگر علماء کا کردار اچھا ہو اور ان کے ہر وقت کے روابط ان سیاسی رہنماؤں کے ساتھ ہوں تو لامحالہ یہ ان پر اخلاقی لحاظ سے بھی اثر انداز ہوں گے اور اس طرح انہیں اس طبقہ خواص تک حکمت کے ساتھ دین پہنچانے اور ان کی دینی اصلاح کرنے کا موقع ملے گا جو موجودہ طرز سیاست میں ممکن نہیں ہے۔ امید ہے ہماری ان گزارشات سے ان معترضین کی تشفی ہوجائے گی جو یہ سمجھتے ہیں کہ دعوت و اصلاح کی بنیاد پر کسی سیاسی سرگرمی کی گنجائش ہی نہیں۔ ہم اس طرح کی لاحاصل خوش فہمیوں اور نعرے بازیوں کا حشر پچھلے پچاس سال سے ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ سنجیدہ دینی عناصر ہر طرح کی لایعنی خوش فہمیوں اور نعرے بازیوں کے جنگل سے نکلیں اور اپنے طریق کار میں بنیادی تبدیلیاں لانے پر غور کریں تاکہ پاکستانی معاشرے کو ایک حقیقی اسلامی معاشرہ بنایا جاسکے۔

بقیہ دل کی بات

جنابِ شیخ کا نقشِ قدم یوں بھی ہے!

جے یو آئی سیاست سے کنارہ کشی اختیار نہیں کر رہی: مولانا فضل الرحمن

کراچی (مانیٹرنگ ڈیسک) جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمان نے کہا ہے کہ ان کی جماعت سیاست سے کنارہ کشی اختیار نہیں کر رہی۔ انہوں نے کہا کہ سیاست ہماری نظر میں دین ہے اور اسے نہیں چھوڑا جاسکتا۔ "بی بی سی" سے انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ ہم بڑے مثبت انداز میں ملکی نظام کو تبدیل کرنے کی جدوجہد میں شامل ہیں اور اپنے طرز عمل سے ہمیشہ "جمہوریت" کی بقاء کی جنگ لڑی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات غلط ہے کہ ہم فکر و نظر کے اعتبار سے "جمہوریت" کی نفی کرتے ہیں یا "انتخاب" سے انکار کرتے ہیں۔ (نوائے وقت ملتان ۴ جون ۱۹۹۷ء)

پی آئی اے قادیانیوں کے شکنجے میں

قومی ائرلائن میں قادیانی اور ہم خیال افراد کی بھرتی کے لئے وسیع نیٹ ورک مصروف عمل ہے

ملک بھر کے ہوائی اڈوں پر قادیانی مبلغوں کو خصوصی مراعات۔ تبلیغی لٹریچر کی بلامعاوضہ بیرون ملک ترسیل

پاکستان کا کوئی ادارہ بھی قادیانی ریشہ دوانیوں سے محفوظ نہیں لیکن "پی آئی اے" میں ان کی خفیہ سرگرمیاں نقطۂ عروج پر ہیں۔ کم لوگ جانتے ہیں کہ قادیانیوں کے مرکز "ربوہ" میں تمام قادیانیوں یا قادیانیت کی طرف مائل لوگوں کی فہرستیں موجود ہوتی ہیں جنہیں پاکستان کے مختلف اداروں میں پہلے سے موجود لابی اور منظم سازشیوں کے ذریعے کھپا دیا جاتا ہے جہاں ان سے قادیانی مقاصد کی تکمیل کے لئے متعین اہداف پورے کرائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک منظم سازش کے تحت پی آئی اے میں اوپر سے نیچے تک بے شمار قادیانیوں کو کھپا دیا گیا ہے۔ جو ہر روز ایک نئی سازش کے ذریعے اس قومی ادارے کی رگ جاں سے خون نچوڑ رہے ہیں۔

قومی فضائی ادارہ کے موجودہ چیف پائلٹ، پلاننگ اینڈ شیڈولنگ، کیپٹن ایم اے خان ہیں۔ جو نہ صرف مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزا طاہر کے سلسلۂ نسب سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے نبی ہونے کا پرچار بھی علی الاعلان کرتے ہیں۔ کیپٹن ایم اے خان کے بقول قومی فضائی ادارے میں تقریباً ۵۵۰ پائلٹوں میں سے ۱۶۰ پائلٹس علانیہ قادیانی ہیں۔ کیپٹن ایم اے خان کے ہم زلف کیپٹن بختیار چیف پائلٹ کارپوریٹ سیفٹی کے منصب پر فائز ہیں۔ مزید برآں کیپٹن طاہر (فوکر چیف) کیپٹن سمیع، کیپٹن سعادت اللہ ندیم اور ان کے صاحبزادے عمر، کیپٹن ہمایوں ظفر، کیپٹن آفتاب چنہ، کیپٹن ایم ایم سلیم، کیپٹن بشارت احمد اور کیپٹن بی ایم امجد کا شمار بھی پی آئی اے کے قادیانی ٹولے میں ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ پی آئی اے کی تین لیڈی پائلٹس میں دو یعنی کیپٹن رفعت حئی اور کیپٹن عائشہ رابعہ قادیانی ہیں۔ یہ ہوا باز بین الاقوامی فضائی روٹس پر قومی پرچم بردار جہازوں کو لاتے اور لے جاتے ہیں۔ اطلاعات کے مطابق کیپٹن ایم اے خان کیپٹن طاہر اور کیپٹن آفتاب وی وی آئی پی طیارے کے ذریعے حرمین شریفین تک کا سفر کرتے ہیں۔ یہ ایک حیرت انگیز امر ہے کہ سعودی عرب میں قادیانیوں پر پابندی عائد ہونے کے باعث یہ لوگ سوائے اس کے سعودی عرب جا ہی نہیں سکتے کہ مسلمان کی حیثیت سے اپنا دوسرا پاسپورٹ بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ مصدقہ اطلاعات کے مطابق بیشتر ہوا بازوں نے دوہرے پاسپورٹ بنا رکھے ہیں جس کے ماتحت وہ عام پروازوں میں خود کو قادیانی ظاہر کرتے ہیں، لیکن سعودی عرب ایسے ممالک میں جہاں ان کے داخلے پر پابندی ہے وہاں یہ خود کو مسلمان ظاہر کر کے پہنچ جاتے ہیں۔ پی آئی اے میں بھرتی ہونے والے نئے ہوا بازوں کو جن جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہاں قدم قدم پر ان کا واسطہ قادیانی نیٹ ورک سے وابستہ ہوا بازوں یا انسٹرکٹروں سے پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مضبوط گروہ کی موجودگی میں کوئی مسلمان ہوا باز کس طرح پی آئی اے میں بھرتی ہو سکتا ہے؟

مزید برآں پی آئی اے کے ڈپٹی منیجنگ ڈائریکٹر فنانس ارشد محمود اور ڈپٹی منیجنگ ڈائریکٹر مارکیٹنگ خورشید انور کے علاوہ کئی ڈائریکٹرز اور جنرل منیجرز مثلاً ڈائریکٹر، انجینئرنگ ایس یو زمان، اسپیشل اسسٹنٹ ٹو

منیجنگ ڈائریکٹر سکندر الہی، سیکرٹری پی آئی اے غضنفر مشکور اور پی آئی اے ٹریننگ سینٹر کے پرنسپل مسٹر صادق کا تعلق بھی قادیانی نیٹ ورک کا سب سے بتایا جاتا ہے۔ پی آئی اے میں قادیانی نیٹ ورک کا سب سے اہم

رکن تبسم خالد منہاس ہے یہ کھلے بندوں حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کے باعث پی آئی اے میں نقص امن کا مسئلہ بھی پیدا کرتا رہا ہے۔ اطلاعات کے مطابق یہ قومی فضائی ادارے میں قادیانیوں کا سب سے فعال ایجنٹ ہے۔ خود اس کے والد سندھ کی قادیانی جماعت کے امیر رہے ہیں۔ تبسم منہاس کو پاک فضائیہ سے اپنی مذموم و مشکوک سرگرمیوں کے باعث ملازمت سے نکال دیا گیا تھا۔ مزید برآں تبسم منہاس کو متعلقہ اداروں نے اپنے ریمارکس میں ہر طرح کی سرکاری و نیم سرکاری ملازمت کے لئے نا اہل قرار دیا تھا۔ مگر پی آئی اے میں قادیانیوں کی مضبوط لابنگ اور اجارہ داری کے باعث بالآخر انہیں پی آئی اے ٹریننگ سینٹر میں پے گروپ پانچ میں انسٹرکٹر کی حیثیت سے ملازمت فراہم کر دی اور پھر چند سال کے اندر ہی تمام سینئرز کی حق تلفی کرتے ہوئے انہیں جنرل منیجر ایڈمن سروسز کے بااختیار اور اہم عہدے تک پہنچا دیا گیا یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ قادیانی لابی قومی فضائی ادارے میں اس قدر مستحکم ہے کہ تبسم خالد منہاس کے متعلق انٹر سروسز انٹیلی جنس کے مذکورہ ریمارکس تک کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔

قومی فضائی ادارے میں سب سے زیادہ منافع کمانے والا یہی قادیانی ٹولہ ہے جو مختلف کنٹریکٹ اور ٹھیکوں کے لئے متعلقہ لوگوں کو تحائف کے ذریعے رام کرتا ہے۔ اس سلسلے میں کئی سابقہ اور حالیہ ڈائریکٹرز اور جنرل منیجر اس ٹولے کے تحائف سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ ان میں سابقہ ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن ایم خان، سابق جنرل منیجر کرنل ایس ایچ اے زیدی، ائیر کموڈور انور علی، شباہت حسین اور جنرل سروسز کے دیگر اعلیٰ انتظامی اہلکار شامل ہیں۔ مذکورہ ٹولے میں سے صرف تبسم منہاس کا ہی ذکر کیا جائے تو اس نے "تحائف کی تکنیک" سے پی آئی اے کے بے شمار ٹھیکے مختلف افراد اور اداروں کے نام سے اپنے اعزاء و اقربا کے لئے حاصل کئے۔ تبسم منہاس نے بیشتر ٹھیکے بحیثیت منیجر ویلفیئر اینڈ کینٹینز کی حیثیت سے حاصل کئے۔ ان ٹھیکوں میں سے پی آئی اے کو افرادی قوت مہیا کرنے والی تنظیم میسرز سپریم سروسز اور میسرز سپر سروسز قابل ذکر ہے۔ ان کنٹریکٹروں کے ذریعے پی آئی اے کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے ساڑھے تین سے چار ہزار ملازمین کے "سروسز چارجز" مذکورہ کمپنیوں کو کم از کم دو سو روپے سے ایک ہزار روپے فی ملازم تک ادا کئے جا رہے ہیں۔ اس طرح صرف ایک ہی مد میں قادیانیوں کی سرپرستی میں چلنے والی تنظیم کو کروڑوں روپے ماہانہ ادائیگی کی جا رہی ہے اور ہزاروں یومیہ ملازمین (جن کا تعلق ان کنٹریکٹر یا ان کی تنظیموں سے نہ ہونے کے باوجود) جو قومی فضائی ادارے میں خدمات انجام دے رہے ہیں محض قادیانیوں کے رحم و کرم پر ہیں۔ مذکورہ کمپنیوں کے پروپرائیٹرز بالترتیب عبدالرحمان منہاس اور خرم منہاس ہیں جو تبسم خالد منہاس کے سگے عم زاد ہیں۔ علاوہ ازیں جینی ٹوائیل سروسز مہیا کرنے اور پی آئی اے اسٹاف کو یونیفارم مہیا کرنے کے ٹھیکے بھی منہاس برادران کے پاس ہیں۔ ان مدات سے بھی مذکورہ فرمیں لاکھوں روپے ماہانہ کما رہی ہیں۔ مالی مفادات کے حصول کی یہ مثال محض ایک ڈیپارٹمنٹ سے متعلق ہے۔ وگرنہ پی آئی اے کے سینکڑوں شعبوں اور ڈویژنوں میں سے کوئی بھی قادیانی دسترس سے باہر نہیں۔

پچھلے دنوں تبسم منہاس نے منیجر ویلفیئر اینڈ کینٹینز کی حیثیت سے کینٹینز کے مختلف معاملات میں کروڑوں روپے کا خورد برد کیا چنانچہ معاملہ منکشف ہونے پر تبسم منہاس کو محض معطل کر دیا گیا لیکن پھر اس پوری انضباطی کارروائی کو محض محکمانہ ٹرانسفر تک محدود کر دیا گیا اور یہ انتہائی اہم اور حساس سیکشن ٹیکنیکل گراونڈ سپورٹ کے منیجر بنا دیئے گئے اور ہنوز اسی عہدے پر براجمان ہیں۔

تبسم منہاس اور کیپٹن ایم اے خان قادیانیت کی تبلیغ کے حوالے سے بھی بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے مبلغین کی آمد و رفت کے مواقع پر پاکستان بھر کے ہوائی اڈوں پر ان کو وی وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جاتا ہے۔ قومی فضائی اداروں میں بچھے قادیانی جال کے نتیجے میں قادیانیت کو عالمی تبلیغ کے لئے نہایت ارزاں مواقع میسر آتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیونکر ممکن ہوتا ہے؟ اس کا جواب قادیانیت کی خفیہ سرگرمیوں کے باعث دینا نہایت مشکل ہے۔ لیکن مختلف مواقع پر ان کی جو سرگرمیاں بے نقاب ہوتی رہتی ہیں ان سے ان کے بچھائے ہوئے جال کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مثلاً کراچی ائیرپورٹ سے جرمنی جانے والا چار ہزار کلو گرام قادیانی لٹریچر، پی آئی اے کے ایک دیانتدار ویجی لینس آفیسر چودھری محمد صدیق نے روک لیا۔ اس طرح نہ صرف قادیانیت کے فروغ پر مشتمل لٹریچر روکا گیا بلکہ پی آئی اے کو ہونے والا لاکھوں روپے کا خسارہ بھی بچا لیا گیا لیکن اس نیک نام آفیسر کی فرض شناسی اور حب الوطنی کے "جرم" میں انہیں قادیانی لابی نے ملازمت سے ہی نکلوا دیا۔ اسی طرح قادیانیوں کی منظم لابنگ کے باعث مذکورہ فرض شناس ویجی لینس آفیسر کی پرسنل فائل میں پی آئی اے کے اعلیٰ ترین حکام کی جانب سے جاری کی جانے والی کم و بیش دو درجن تعریفی اسناد بھی محض ردی ثابت ہوئیں۔ یہ سب کچھ قادیانی نیٹ ورک کی انتقامی کارروائیوں اور محکمہ کے قادیانی نواز جنرل منیجر میاں عبداللہ کی منتقم مزاجی اور ذاتی دشمنی کے باعث ہوا جس کے تحت چودھری محمد صدیق کو سب سے پہلے کراچی سے لاہور بھیجا گیا اور بعد ازاں جبری ریٹائر کر دیا گیا۔

قادیانیت کو تحفظ فراہم کرنے کے سلسلے میں جب تبسم منہاس کی ساری سرگرمیاں بے نقاب ہو گئیں اور پی آئی اے کے مختلف محکمے اس کی بدعنوانیوں کے باعث ہونے والی بدنامی پر اسے تنبیہہ کرنے لگے تو تبسم منہاس نے پی آئی اے اسٹاف کالونی کراچی ائیرپورٹ کی جامع مسجد کے پیش امام مولوی یٰسین کو اپنے دام تزویر میں پھانسا اور اس طرح اس نے اپنی مذموم سرگرمیوں کے لئے نہ صرف ایک محفوظ آڑ حاصل کی بلکہ عام سادہ لوح مسلمانوں میں عالم دین کے حوالے سے پائی جانے والی محبت کو اپنے لئے ایک اخلاقی حمایت کے طور پر بھی استعمال کیا۔

مولوی یٰسین کو اس قادیانی لابی نے پی آئی اے ٹریننگ سینٹر میں ایک انسٹرکٹر تھکا دینے والی ذمہ داریوں سے نجات دلوا کر محض دو وقت کی نمازوں کی امامت کے لئے تقرری دلوادی۔ جس کے عوض انہیں ماہانہ ۳۵ ہزار سے زائد تنخواہ ادا کی جارہی ہے۔ قاری یٰسین صاحب گزشتہ چار برس سے پی آئی اے ٹاؤن شپ میں واقع جامع مسجد کی تعمیر و توسیع کی تکمیل میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں حالانکہ مسجد کی تعمیر کا یہ پروجیکٹ محض ایک سال کا تھا لیکن چار سال کی تاخیر کے باوجود یہ تاحال تکمیل کی منتظر ہے۔ اطلاعات کے مطابق قاری یٰسین مسجد کے لئے طے کردہ بلڈنگ اینڈ ورکس ڈپارٹمنٹ کے مجوزہ نقشہ کے خلاف متعلقہ ماہرین کو بے جا مداخلت کے ذریعے الجھا رہے ہیں تاکہ یہ پروجیکٹ مکمل نہ ہوسکے۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ زیر تعمیر مسجد چندے کے حصول کا ایک منافع بخش ذریعہ بن

جاتی ہے۔ چنانچہ قادیانی نواز قاری محمد یٰسین نے ایک مصلے اسکیم کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے عام مسلمانوں سے بالعموم اور پی آئی اے کے ملازمین سے بالخصوص ۱۴۰۰ روپے فی مصلیٰ (ون پیس او نیکس ماربل) کے لئے چندہ طلب کیا۔ یہ سلسلہ پچھلے چار سال سے تا حال جاری ہے۔ حالانکہ پی آئی اے انتظامیہ نے پچھلے سال ون پیس او نیکس ماربل مصلے اسکیم کا نظام یکسر ختم کر دیا ہے اور مسجد کے پورے فرش کے لئے مالاگوری ماربل کے ٹکڑوں کی خریداری بھی کر لی گئی ہے لیکن اس کے باوجود قاری موصوف پرانی اسکیم کے تحت تاحال چندہ جمع کر رہے ہیں۔

اسطرح قادیانی لابی نے اپنی مذموم سرگرمیوں کا نشانہ اب مذہبی رہنماؤں کے ساتھ ساتھ مقدس جگہوں کو بھی بنا لیا ہے قاری یٰسین کو اپنے جال میں پھنسانے کے علاوہ اس لابی نے جاوید اقبال رندھاوا کو جدہ میں بطور ایڈمن منیجر (اسٹاف نمبر ۳۱۵۵۸) تعینات کرا دیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق یہ ایک جانے پہچانے قادیانی ہیں۔ اس طرح سعودی عرب میں قادیانیوں کے داخلے پر پابندی کے باوجود قادیانی لابی کے ذریعے ایک منظم سازش کے تحت ان کے سرکردہ لوگوں کو وہاں پہنچا دیا جاتا ہے۔ جہاں یہ آہستہ آہستہ اپنے عقائد خبیثہ کی تبلیغ و ترویج کرتے ہیں۔ کیا یہ معاملہ پاکستان کو درپیش کسی بھی بحران سے زیادہ اہم نہیں؟ (بشکریہ "تکبیر" ۳۱ مئی ۱۹۹۷)

سیدنا معاویہ پر اعتراضات کا علمی تجزیہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی (قیمت -/200 روپے)

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
فون: 511961

مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار ربوہ

دارالکفر والارتداد ربوہ میں مسلمانوں کا عظیم تعلیمی و تبلیغی مرکز

ڈیڑھ سو سے زائد طلباء و طالبات قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بخاری پبلک سکول میں پرائمری تک طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسہ پچاس سے زائد طلباء رہائش پذیر ہیں۔ مدرسہ کی توسیع کے لئے مزید دو کنال زمین کی خرید اشد ضروری ہے۔ درسگاہوں اور مسجد اور مسجد کی تعمیر تکمیل کے مراحل میں ہے۔ اپنے عطیات، زکواۃ و صدقات اس کارِ خیر میں دے کر اجر حاصل کریں۔

ترسیل زر کے لئے:-

سید عطاء المہیمن بخاری، منتظم مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار ربوہ ضلع جھنگ۔ فون: (04524)211523

رواداری کے نام پر آئین کی خلاف ورزی

آج کل لاہور ہائی کورٹ میں نئے ججوں کے تقرری کے سلسلہ میں اخبارات کے ذریعے منظر عام پر آنے والی خبروں میں بتایا جارہا ہے کہ جن قادیانی سیشن ججوں کی بطور ہائی کورٹ جج تقرری کی سفارش سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ جناب خلیل الرحمن خان صاحب نے نہیں کی تھی ان کا معاملہ دوبارہ زیر غور لایا گیا ہے۔ وجہ یہ بتائی جارہی ہے کہ اگر عیسائی یا پارسی حضرات اعلیٰ عدالتوں کے جج بن سکتے ہیں تو قادیانی کیوں نہیں؟ اور آئین میں کسی قادیانی کے جج بننے پر کوئی پابندی بھی نہیں۔

بادی النظر میں یہ بات عام آدمی کو اپیل [illegible] مگر قادیانی عقائد کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ اس دلیل میں قطعاً کوئی وزن نہیں۔ قادیانیوں کو چھوڑ کر دیا [illegible] کے غیر مسلم، وہ عیسائی ہوں یا پارسی، ہندو ہوں یا سکھ، بدھ مت کے پیروکار ہوں یا دہریے سب کے سب دنیا کے ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے، مسلمان مانتے اور مسلمان کہتے ہیں۔ یہ صرف قادیانی اور لاہوری فرقہ کے مرزائی غیر مسلم ہیں جو ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کو کافر قرار دیتے اور صرف خود کو مسلمان سمجھتے ہیں

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کا آرٹیکل ۲۶۰ قادیانیوں اور لاہوری مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیتا ہے جسے یہ لوگ تسلیم نہیں کرتے۔ اس کا حتمی ثبوت یہ ہے کہ کسی قادیانی سرکاری ملازم یا کسی قادیانی چھوٹے یا بڑے جج (بشمول لاہور ہائی کورٹ کے قادیانی جج کے جسے انتہائی اہم بینچ کا رکن مقرر کیا گیا ہے) کا پاکستان میں کسی انتخابی حلقہ میں ووٹ درج نہیں ہے۔ چونکہ ان کا ووٹ صرف غیر مسلموں کی فہرست میں درج ہوسکتا ہے اس لئے وہ اپنا ووٹ نہیں بنواتے اور آئین کے آرٹیکل ۲۶۰ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہیں کرتے۔ چیف جسٹس صاحبان پتہ کروالیں کہ جن قادیانیوں کو وہ ہائی کورٹ کا جج بنانا چاہتے ہیں کیا ان کے ووٹ غیر مسلم ووٹروں کی فہرست میں پاکستان کے کسی انتخابی حلقہ میں درج ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر چیف جسٹس صاحبان اس بات پر غور فرمائیں کہ جو لوگ آئین کے آرٹیکل ۲۶۰ کو تسلیم ہی نہیں کرتے وہ اعلیٰ عدالتوں کے جج بن جانے کی صورت میں کون سے آئین کا "تحفظ اور دفاع" کرنے کا حلف اٹھائیں گے؟ ان کا حلف اٹھانا تو ایسے ہی ہوگا جیسے کوئی خدا کا منکر دھوکہ باز خدا کی قسم اٹھا کر کسی معاملہ میں چالاکی اور عیاری سے دھوکا بازی کر جائے۔ کیا کسی ایسے شخص سے آئین پاکستان کے تحفظ اور دفاع کا حلف لینا جو آئین پاکستان یا اس کے کسی حصے کو تسلیم ہی نہ کرتا ہو خود حلف دینے والے کے حلف کو مشکوک یا متنازع نہیں بنادے گا؟ فاضل چیف جسٹس صاحبان ان قادیانی امیدواروں سے جنہیں وہ اعلیٰ عدالت کا جج بنانا چاہتے ہیں خود بالمشافہ دریافت فرمالیں کہ کیا وہ آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲۶۰ کی رو سے اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کرتے ہیں۔ ساری حقیقت کھل جائے گی۔

صوبہ پنجاب میں قادیانی ووٹروں کی تعداد ۴۰۸۸ ہے۔ ان میں کسی اعلیٰ یا ماتحت عدالت کے کسی قادیانی جج کا

ووٹ درج نہیں ہے۔ ۴۸۰۰ ووٹوں پر وہ پنجاب میں اعلیٰ عدالت کے جج کی ایک اسامی حاصل کر چکے ہیں۔ اس صوبہ میں مسلمان ووٹروں کی تعداد تین کروڑ اکیس لاکھ سے زیادہ ہے۔ اگر مسلمانوں کو 4800 ووٹوں پر ایک اسامی دی جائے تو لاہور ہائی کورٹ میں مسلمان ججوں کی تعداد سات ہزار آٹھ سے زیادہ ہونی چاہیئے جبکہ یہاں کل منظور شدہ اسامیوں کی تعداد صرف پچاس ہے۔ گزشتہ دنوں اخباری خبروں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک "اہم شخصیت" قادیانیوں کو ہر صورت ہائی کورٹ کا جج بنانا چاہتی ہے اور اسی کے اشارہ پر جسٹس خلیل الرحمن خاں کو سپریم کورٹ بھیجا گیا تھا۔ اگر آج پھر اس "اہم شخصیت" نے اس معاملے میں کسی قسم کا دباؤ ڈالا تو ان شاء اللہ عامۃ المسلمین اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ اور پھر..... ہرچہ بادا باد..... دنیا کے ایک ارب سے زیادہ مسلمان حضور نبی اکرم ﷺ سے انتہائی جذباتی وابستگی رکھتے ہیں۔ آپ کے ناموس کا معاملہ ہو تو پھر یہ نہیں دیکھا جاتا کہ نام نہاد اہم شخصیتوں کا حدود اربعہ کیا ہے۔ وہ کتنی طاقت ور ہیں اور کیا چاہتی ہیں۔ پھر مسلمان اپنے پیارے رسول ﷺ پر اپنی جان، اولاد، مال، والدین غرض کہ ہر قیمتی متاع قربان کرنے کے لئے میدان میں سر بکف آتے ہیں۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریکیں اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ مملکت خداداد میں مسلمانوں کی گردنوں پر حضور ﷺ کے باغی جعلی نبی کے پیروکاروں کو مسلط نہیں کیا جاسکتا۔ مرزائیوں اور ان کی مہربان "اہم شخصیت" کو سر ظفر اللہ آنجہانی کی ذلت اور رسوائی کے ساتھ وزارت خارجہ سے علیحدگی سے سبق سیکھنا چاہیے اور قادیانیوں کو عدلیہ میں پلانٹ کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ اہم شخصیت ہوش کے ناخن لے۔ اس کے اقتدار کے اپنے دن ہی اب کتنے ہیں۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ چھے سات ماہ پہلے کی اس سے زیادہ بااختیار کئی اہم شخصیتیں آج پابجولاں ہیں۔ ان میں ایک ایسی شخصیت بھی شامل ہے جس نے اہم شخصیت کی سرپرستی کر کے اسے موجودہ حیثیت دلوانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ رہے نام اللہ کا...... "اہم شخصیت" کی طرح کی کئی لوٹا برانڈ اہم شخصیتیں اقتدار کا زمانہ ختم ہونے پر گمنامی کی اتھاہ گہرائیوں میں "پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں" کی تصویر بنی زبان حال سے پکار رہی ہیں

دیکھو "ہمیں" جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

اپنے عطیات اور زکواۃ و صدقات مدرسہ معمورہ ملتان

کو عنایت فرمائیں مدرسہ میں رہائش پذیر طلباء کے اخراجات اور نئی درسگاہوں اور رہائشی کمروں کی تعمیر کے لئے اہل خیر حضرات فوراً توجہ فرمائیں

ترسیلِ زر کا پتہ

بذریعہ منی آرڈر:۔ سید عطاء المحسن بخاری۔ دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 511961

بذریعہ بنک:۔ اکاؤنٹ نمبر 29932، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان

قادیانی جواب دیں

مرزا کی گستاخیاں

سوال نمبر ۱۳:۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے...... کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الٰہی (چشمہ معرفت صفحہ ۳۹۰) سوال یہ ہے کہ جب اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کرنا کفر ہے تو آیا اگر مرزا بھی کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے تو اس کیلئے بھی کفر ہے یا نہیں؟

اگر جواب نفی میں ہے تو کیوں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو دیکھئے مرزا لکھتا ہے کہ حضرت مسیح فاحشہ اور زانیہ عورتوں سے سر پر تیل ملواتے تھے اور پاؤں دبواتے تھے اور ان سے انکا تعلق تھا۔ دافع البلاء حاشیہ صفحہ ۴ خزائن صفحہ ۲۲۰ خزائن ج ۱۸ قدیم چھوٹی تختی صفحہ ۵ کیا یہ حضرت مسیح علیہ السلام سچے نبی کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں؟۔ کیا گستاخ مہدی یا نبی ہو سکتا ہے؟۔

سوالنمبر ۱۴:۔ مرزا حضرت حسینؓ کے متعلق لکھتا ہے کہ "تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا اور تمہارا ورد صرف حسین ہے کیا تو انکار کرتا ہے یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے۔ کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ (گندگی) کا ڈھیر ہے۔ (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح صفحہ ۹۰ خزائن صفحہ ۱۹۴ ج ۱۹ قدیم ایڈیشن صفحہ ۸۲) یہاں مرزا نے نواسہ رسول شہید کربلا حضرت سیدنا حسینؓ کو معاذ اللہ گوہ کے ڈھیر سے تشبیہ دی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اتنی بڑی صحابیٔ رسول کی گستاخی کرنے والا کیا شریف انسان بھی کہلا سکتا ہے؟ چہ جائیکہ ایسے بدبخت کو نبی یا مہدی کہہ دیا جائے۔

سوالنمبر ۱۵:۔ مرزا لکھتا ہے کہ انجیل کے لانے والا وہ روح القدس تھا جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا جو ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے جس کو بلی بھی پکڑ سکتی ہے۔ (کشتی نوح صفحہ ۳۹) مرزائیوں سے سوال یہ ہے کہ کیا آسمانی کتاب انجیل مقدس کی توہین گستاخی اور جھوٹ نہیں ہے؟ یا یہ کہ مرزائیوں کا یہی اعتقاد ہے؟

سوالنمبر ۱۶:۔ مرزا لکھتا ہے کہ "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا (دافع البلا صفحہ ۳۰) سوال یہ ہے کہ مرزا نے خدا کا حوالہ دیا ہے اس بناء پر کیا مرزا کا نام قرآن و حدیث یا تفسیر یا دنیا کی کسی کتاب میں یہ دکھلایا جا سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح یا نبی یا مہدی ہوگا؟ اور اسی حال میں بقول اسکے اسکو حیض بھی آئے گا؟ وہ خود بچہ بھی جنے گا؟ وہ کرم خاکی بھی ہوگا؟ خدائی کا دعویٰ بھی کریگا اور ایک آنکھ سے کانا بھی ہوگا؟ نیز یہ کہ حضرت مسیح بن مریم سے افضل ہونے کا دعویٰ بھی کریگا وغیرہ وغیرہ

سوالنمبر ۱۷:۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت منکشف نہ ہوئی (ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۳ خزائن صفحہ ۳۷۴ ج ۳۔) طبع قدیم قادیان صفحہ ۲۸۲ طبع لاہور صفحہ ۶۹۱)

سوال یہ ہے کہ بقول مرزا اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت منکشف نہیں ہوئی تو اس مرزا پر کیسے منکشف ہو گئی؟ کیا مرزا آنحضرت ﷺ سے اعلیٰ شان رکھتا؟ کیا اس عبارت

میں آنحضرت ﷺ سے بڑھنے کا دعویٰ نہیں ہے؟ کیا امام الانبیاء خاتم الانبیاء ﷺ کا گستاخ شخص بھی مہدی یا ولی ہو سکتا ہے؟

احتلام مرزا

سوالنمبر ۱۸:۔ مرزا کہتا ہے کہ محمدی بیگم خواب میں میرے ساتھ بغلگیر ہوئی۔ (تذکرہ، چوتھا ایڈیشن، مجموعہ الہامات و کشوف مرزا صفحہ ۱۹۷)

اس طرح مرزا بشیر احمد ابن مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ "ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت (مرزا) صاحب کے خادم میاں حامد علی مرحوم کی روایت ہے کہ ایک سفر میں حضرت (مرزا) صاحب کو احتلام ہوا۔ جب میں نے یہ روایت سنی تو بہت تعجب ہوا کیونکہ میرا خیال تھا کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۴۲ روایت نمبر ۸۴۳) سوال یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ

"ما احتلم نبی قط وانما الا حتلام من الشیطان"

رواہ طبرانی کمافی الخصائص۔ (ماخوذ ترجمان السنۃ ج ۳ صفحہ ۳۷۷): ترجمہ

کہ کسی نبی کو کبھی احتلام نہیں ہوا کیونکہ اسکا منشاء شیطانی خواب ہوتا ہے"۔

مگر مرزا قادیانی کو احتلام کا ہونا کیا مرزا کے جھوٹے ہونے کیلئے کافی نہیں ہے؟

مرزا، انگریزی نبی

سوال نمبر ۱۹:۔ مرزا لکھتا ہے کہ میں انگریزی سلطنت کے ماتحت مبعوث کیا گیا ہوں (تریاق القلوب صفحہ ۳۳۸) سوال یہ ہے کہ کیا کبھی کوئی سچا نبی کسی کافر حکومت کے ماتحت ہو کر آیا ہے؟ کیا اس کی کوئی مثال مرزائی پیش کر سکتے ہیں؟ کیا ہمیشہ سچا نبی کافروں کی پیروی سے آزاد ہو کر نہیں آیا؟ دیکھئے قرآن میں ہے۔

ولن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلاً (پ ۵ ع ۱۷)

ترجمہ: اور ہر گز نہ دیگا اللہ کافروں کو مسلمانوں پر راہ (غلبہ)

سوالنمبر ۲۰:۔ مرزا قادیانی انگریزی ملعون حکومت کو لکھتا ہے کہ میں انگریزی حکومت کا اپنا خود کاشتہ پودا ہوں لہذا میری نسبت وہ نہایت حزم احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے۔ (کتاب البریہ صفحہ ۳۳۲ خزائن صفحہ ۳۵۰ ج ۱۳۔ و مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۲۱ و تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۱۹) سوال یہ ہے کہ جب مرزا خود بار بار کہتا ہے کہ میں انگریزی معلون حکومت کا خود کاشتہ پودا ہوں تو مرزائیو! تمہیں کونسی چیز آڑے ہے کہ مرزا کے اس فرمان کا انکار کرتے ہو؟ اور اسکو انگریزی نبی ماننے کیلئے کیوں تیار نہیں ہو؟

مرزا کو مرگی یا جنات کے دورے

سوالنمبر ۲۱:۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے کہ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ اوائل میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت دورہ پڑا کسی نے مرزا سلطان احمد اور مرزا افضل احمد کو بھی

اطلاع کر دی اور وہ دونوں آ گئے پھر ان کے سامنے بھی حضرت صاحب کو دورہ پڑا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں اس وقت میں نے دیکھا کہ مرزا سلطان تو آپکی چارپائی کے پاس خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہے۔ مگر فضل احمد کے چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا اور وہ کبھی ادھر بھاگتا تھا اور کبھی ادھر کبھی اپنی پگڑی اتار کر حضرت کی ٹانگوں کو باندھتا تھا اور کبھی پاؤں دبانے لگ جاتا تھا۔ اور گھبراہٹ سے اسکے ہاتھ کانپتے تھے (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۸ روایت نمبر ۳۶) مرزائیوں سے سوال ہے کہ مرزا صاحب کو یہ دورے مرگی کے تھے یا جنات کے؟ اگر مرگی کے تھے تو مرگی کا مرض تو دماغ کے خزانے کو خراب کر دیتا ہے تو جس کا دماغ ہی خراب ہو اسکا کیا اعتبار؟ اگر جنات کے تھے تو پھر بھی کوئی اعتبار نہ رہا؟ کیونکہ قرآن پاک میں آتا ہے۔ یتخبطه الشیطن من المس (پ ۳ . البقرہ) تو کیا جواب ہے؟

مرزا کی جھوٹی نبوت کا مقصد

سوال نمبر ۲۲:۔ مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتا ہے کہ ایک شخص بڑا امیر کبیر تھا اس کے لڑکا نہ تھا۔ اس نے مرزا کے ایک مرید سے کہا کہ میرے کوئی لڑکا نہیں ہے جاؤ اپنے مرزا صاحب سے میرے لئے لڑکا ہو جانے کی دعا کرا دیں۔ اس نے مرزا صاحب سے درخواست پیش کر دی تو مرزا صاحب نے بجائے دعا کرنے کے کہا وہ ایک لاکھ روپے دے یا دینے کا وعدہ کرے۔ پھر ہم اس کیلئے دعا کرینگے ورنہ نہیں کرینگے۔ مرزا کے مرید نے جا کر اس کو یہی جواب دیا مگر وہ شخص (امیر کبیر) خاموش ہو گئے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۵۷ روایت نمبر ۲۶) سوال یہ ہے کہ ایک لاکھ روپے لیکر دعا کرنا کیا یہی اہل اللہ کا طریقہ ہے؟ یا یہ کہ مرزا کی نبوت لوگوں کے روپے لوٹنے کی دکان تھی؟ اس حوالہ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مرزا نے لوگوں کی دولت اور روپے لوٹنے کیلئے دعوئی نبوت کیا تھا۔ نیز جب بیگم احمد بیگ کو اپنی جائیداد اپنے بھتیجا اور اپنے لڑکے کے نام رجسٹری کرانے کی ضرورت ہوئی تو اس پر مرزا صاحب کے دستخط ضروری تھے جب مرزا کو کہا گیا تو مرزا نے کہا کہ پہلے اپنی لڑکی محمدی بیگم کا نکاح میرے ساتھ کر دو تو پھر دستخط کرونگا۔ ورنہ نہیں کرونگا۔ تو سوال یہ ہے کہ یہ غیر شریفانہ طریق کار مرزا کی عادت اور فطرت میں کیوں تھے؟

مسیلمہ پنجاب کے صریح جھوٹ

سوال نمبر ۲۳:۔ مرزا لکھتا ہے کہ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی ہے کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی اختیار کی ہے۔ (ایام الصلح صفحہ ۱۶۸ خزائن صفحہ ۳۹۴ ج ۱۴ قدیم صفحہ ۱۵۳) یہاں مرزا قسم سے بیان دے رہا ہے کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی نہیں پڑھا ہے اور میں نے کسی انسان کی شاگردی اختیار نہ کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہاں پر مرزا نے جھوٹی قسم کھائی ہے۔ مرزائی بتائیں کہ جھوٹی قسم اٹھا کر مرزا جھوٹا ہے یا نہیں؟ کیا گل علی شاہ، فضل الہی اور فضل احمد وغیرہ مرزا کے استاد نہ تھے؟ کیا مرزا نے ان سے کتابیں نہیں پڑھی تھیں؟ وہ چور اور ڈاکو جو دن رات ڈاکے مارتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھا جاتے ہیں بتائیے ان میں اور مرزا کی جھوٹی قسم میں کوئی فرق ہے؟ وہ دنیا کا مال لوٹنے کیلئے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ مرزا ایمان اور مال دونوں چیزیں چھیننے اور غصب

(بقیہ صـ ۶۱ـ پر)

AHMADYYA MOVEMENT BRITISH-JEWISH CONNECETION

احمدیہ موومنٹ، انگریز، یہودی تعلقات

(قسط ۱۲)

برطانوی کمیشن کی رپورٹ:

ہندوستان ملک کے باشندوں کی اکثریت اپنے روحانی پیشوا پیروں کی اندھا دھند پیروکار ہے اگر ہم اس اسٹیج سے کسی ایسے شخص کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں۔ جو ظلی نبی Apostalic Prophet ہونے کا دعویٰ کرسکے تو عوام کی ایک کثیر تعداد اس (ظلی نبی) کے اردگرد جمع ہوجائے گی لیکن مسلم عوام میں سے اس کام کے لئے کسی کو راغب کرنا مشکل ہوجائے گا۔ اگر یہ مشکل مسئلہ حل ہوجاتا ہے تو انگریز کی دستگیری اور پشت پناہی سے اس شخص کی نبوت کو ترقی دی جاسکتی ہے۔ قبل ازیں صرف ایک اہم پالیسی یعنی غداروں کو تلاش کرنے کی جدوجہد کو جاری رکھتے ہوئے ہم مقامی ہندوستانی حکومت کے لئے ناقابل مزاحمت بن چکے ہیں۔ اس وقت یہ اسٹیج مختلف تھا کیونکہ اس وقت ہمیں فوجی نکتہ نظر سے غداروں کی ضرورت تھی۔ لیکن آج جبکہ ہم ملک کے کونے کونے پر حکمران ہیں اور امن و قانون کی حکمرانی اس وقت ہر جگہ موجود ہے۔ اب ہمیں ایسے ڈھنگ اپنانا ہوں گے جو ملک (ہندوستان) کے اندر، داخلی بے چینی پیدا کرسکتے ہیں۔ جب برطانوی ایجنٹ اپنے وفاداروں کی تلاش میں مصروف تھے۔ ان دنوں مرزا غلام احمد قادیانی اسکاچ مشنری چرچ سیالکوٹ کے رہنما مسٹر (Rev Buttler. M.A.) کے ساتھ قریبی دوستانہ تعلقات بڑھ رہے تھے۔ برطانوی سرکار کو درپیش دینی اور سیاسی مسائل پر دونوں دوست کھلے دل سے تبادلہٴ خیال کرتے۔ مسٹر ٹیلر مرزا قادیانی کا انتہائی وسعت قلبی سے احترام کرتا۔ اور اس کے لئے کھلے دل سے عزت و توقیر کا مظاہرہ کرتا (کتاب سیرت المسیح الموعود از مرزا محمود قادیانی صفحہ ۱۵ مطبوعہ ربوہ) اگرچہ ایک غیر ملکی مشنری کے سربراہ سے اس امر کی توقع محال ہے جو برسراقتدار گروہ کا چشم و چراغ بھی ہو۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بیٹے اور قادیانی جماعت کے دوسرے سربراہ ۱۹۶۵ء - ۱۹۱۴ مسٹر ٹیلر کے ساتھ اپنے باپ کے تعلقات کی فطرت کو، ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ جس دور میں مسیحیت ہندوستان پر ایک ذی اقتدار، پوزیشن کے مزے لوٹ رہی تھی۔ اس دور میں سیالکوٹ مشنری کے انچارج Rev. Buttler لندن واپس جاتے وقت مرزا غلام احمد قادیانی سے عدالتی اوقات میں ملاقات کے لئے آئے ڈپٹی کمشنر مسٹر H.E. Parkins نے مسٹر ٹیلر کا استقبال کیا۔ اور ان کی تشریف آوری کے بارے میں استفسار کیا۔ تو ان کا ایک ہی جواب تھا کہ وہ مسٹر Parkins کے منشی مرزا غلام احمد قادیانی سے خاص طور پر ملنے کے لئے آئے ہیں۔ یعنی مرزا جی کے مخالفین بھی یہ تسلیم کرتے تھے کہ وہ ایک غیر معمولی نوعیت کے انسان تھے اور عزت و احترام کے مستحق تھے۔ (مرزا محمود قادیانی کا خطاب مطبوعہ الفضل قادیان شمارہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۴ء)

۱۸۶۸ء کے سال نے ثابت کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اندر ایک فیصلہ کن طاقت موجود ہے۔ ہوا یہ کہ محمد صالح نامی ایک عرب ہندوستان میں وارد ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ کسی سیاسی مشن پر یہاں آیا تھا۔ ان دنوں وہابیوں کی سرگرمیاں خطرے کی گھنٹیاں بجا رہی تھیں۔ فوجی نقطۂ نگاہ سے ایک حربی علاقے پنجاب میں ایک سرگرم اور مستعد عرب کی آمد انگریز سرکار کے لئے تعاقب کرنے والا ایک مشکل مسئلہ پیدا کرنے کا سبب بن سکتی تھی۔ پنجاب پولیس نے محمد صالح عرب کو جاسوسی اور تارکین وطن کے قانون Emigration Act کی خلاف ورزی کے تحت گرفتار کر لیا (بہ حوالہ کتاب مجددِ اعظم صفحہ ۴۲ از ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری قادیانی مطبوعہ لاہور ۱۹۳۹ء) ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ H.E. Parkins نے تفتیش شروع کر دی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو عربی زبان کی تشریح و معانی کرنے والے (مترجم) کی حیثیت دے دی گئی۔ دلائل دیتے وقت محمد صالح عرب کے ساتھ مرزا قادیانی نے انگریزی راج کا دفاع کیا اور برطانوی دفاع کی خاطر شدت کے ساتھ دلائل پیش کئے۔ مرزا جی کی فصاحت اور خوش بیانی نے برطانوی استادوں کی نظروں میں مرزا جی کی قابلیت کا سکہ جما دیا۔ مسٹر پارکنز Parkins سمجھ گیا کو مرزا غلام احمد قادیانی کو اگر ملازمت دے دی گئی تو یہ شخص ایک ایسا کار آمد اور وفادار ایجنٹ ثابت ہو گا جو برطانوی شہنشاہیت کے مقاصد و عزائم کی خدمت بہ خوبی سرانجام دے سکتا ہو۔ پارکنز Parkins فری میسن تحریک کی لاج آف ہوپ لاہور کا رکن تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بغیر کسی ظاہری وجہ کے ۱۸۶۸ء میں سیالکوٹ کچہری کی ملازمت ترک کر دی اور قادیان میں جا کر آباد ہو گئے۔ ان کی قادیان روانگی کے وقت مسٹر پارکنز Parkins ڈپٹی سی سیالکوٹ نے الوداعی تقریب کی خاطر عدالت کو اپنے حکم سے ایک روز کے لئے چھٹی دے دی

(بہ حوالہ پمفلٹ لاہوری قادیانیوں کے اجتماع لاہور منعقدہ ۱۹۸۱ء سے عبدالمنان عمر کا خطاب صفحہ ۱۲)

۱۸۶۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کی والدہ چراغ بی بی عرف گھسیٹی کا انتقال ہو گیا۔ مرزا جی کی گزر اوقات کا انحصار اب صرف اور صرف اپنے والد کے زر تعاون پر رہ گیا۔ عدالتوں میں شنوائیاں بھگتانے کی خاطر مرزا جی نے ڈلہوزی اور دیگر شہروں کے سفر کئے وہ دن ان کے لئے بڑے سنگین اور مشکلات سے بھرپور کٹھن دن تھے۔

اس نے مذکورہ کٹھنائیوں کا خاموشی سے مقابلہ کیا اور اپنی نحوست کے منظر سے اپنے منصوبے سے کبھی مایوس نہ ہوا۔ مرزا غلام مرتضیٰ کی وفات ۱۸۷۶ء کے نتیجے میں اس کے دونوں بیٹے مرزا غلام قادر اور مرزا غلام احمد پر مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ مرزا غلام مرتضیٰ نے اپنی زندگی میں اپنے موروثی دادا کی مغل اولاد کی اراضی غصب کر رکھی تھی۔ اس کے مرنے کے بعد مرزا غلام قادر نے اپنے ان ہم جو بھائیوں کی مذکورہ اراضی ضبط کر لی۔ مرزا غلام احمد قادیانی اس جرم میں اپنے بھائی کے ساتھ برابر کا شریک تھا۔ مرزا غلام مرتضیٰ کی موت کے ایک سال بعد ۱۸۷۷ء میں مرزا قاسم بیگ کے بڑے لڑکے مرزا غوث بیگ نے مرزا غلام مرتضیٰ کو اپنے حصے سے محروم کر دیا۔ قانونی لحاظ سے مرزا قاسم بیگ اپنے موروثین کی قادیانی ریاست میں نصف جائداد کا مالک تھا اور غلام مرتضیٰ نے اُسے اس کے جائز حصے سے محروم کر رکھا تھا۔ اس نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ مرزا برادران (مرزا غلام قادر اور مرزا غلام احمد قادیانی) موصوف کو اس کا حصہ دینے پر قطعاً متفق نہیں ہوں گے تو اس نے اپنی جائداد کا حصہ لاہور کے اسسٹنٹ کمشنر مرزا اعظم بیگ کو فروخت کر دیا اور اعظم بیگ کے مالی تعاون سے اس نے پنجاب چیف کورٹ سے اپنا مقدمہ جیت لیا۔ جو دیوانی اور فوجداری جرائم کے مقدمات کی آخری عدالت تھی۔ مرزا غلام قادر اور

مرزا غلام احمد قادیانی کے پاس اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا تھا کہ وہ اپنے دفاع کی خاطر اپیل کریں تو وہ مغل رسم و رواج اور مغل روایات کے پابند رہیں گے۔ اس (اسلامی) قوانین کے پابند نہیں رہیں گے وہ اپنی موروثی جائداد کو اسلامی قوانین کے مطابق منتقل نہیں کریں گے اور نہ ہی فروخت ہونے دیں گے۔ مرزا غلام قادر اور مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ ایک فریب دہ چال تھی تاکہ مرزا غوث بیگ کو اس کی جائداد کو اس کے بہت بڑے حصے سے محروم کیا جاسکے۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی اور اسلام کے چمپئن ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ لیکن مرزا غوث بیگ کی جائداد کو غصب کرنے کے لئے مرزا نے خاندانی روایات کو اسلامی قوانین پر ترجیح دی۔ مغل روایات کے مطابق مرزا غوث بیگ اپنی جائداد کو صرف اس صورت میں فروخت کر سکتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی کا بندوبست کر سکتا ہو۔ یا اپنی گلو خلاصی کے بارے میں کسی ضرورت کی تکمیل کر سکتا ہو۔ کیونکہ مرزا غوث بیگ لاولد

تھا۔ اور قابل معافی ضرورت بھی پوری نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ دوسروں کو اپنی جائداد فروخت نہیں کر سکتا تھا۔ عدالت نے مرزا غوث بیگ کے خلاف مرزا برادران (مرزا غلام قادر اور مرزا غلام احمد قادیانی) کی اپیل رد کر دی اور مقدمے کا فیصلہ مرزا غوث بیگ کے حق میں ہوا۔ مذکورہ مقدمے کی طوالت نے سرمائے کے لحاظ سے مرزا فیملی کو تباہی کے کنارے پر پہنچا دیا۔ جائداد کے نقصان اور اپنی ذلت و رسوائی کو برداشت کر کے مرزا غلام قادر زندہ رہ سکتا ہی نہیں تھا۔ انہی صدمہ جات کی بنا پر مرزا غلام قادر ۱۸۸۳ء میں فوت ہو گیا۔ باقی ماندہ جاگیر کا کنٹرول آنجہانی کی بیوہ کو منتقل ہو گیا۔ برادری کے معاملات میں مرزا غلام احمد قادیانی کی آواز نہ ہونے کے برابر تھی وہ تو اپنی بادشاہت کے گھروندے تعمیر کرنے میں مصروف رہتا۔ مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ اپنے باپ کے مر جانے کے بعد وہ غربت اور تنگدستی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ فی الواقع مرزا جی ایک کنگال اور مایوس انسان واقع ہوئے تھے۔ آپ کا بڑا بھائی مرزا غلام قادر پوری جائداد پر قابض تھا اور اس کی آمدنی اور ماحصل اپنی ذاتی خوش حالی پر صرف کرتا تھا۔ رسائل و جرائد کا چندہ خریداری ادا کرنے کے لئے یعنی مرزا غلام قادر جواب دے دیتا تھا۔ مرزا غلام قادر کی بیگم بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ درشتی سے پیش آئی۔ اور اسے نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی بیگم حرمت بی بی نے بھی اپنے خاوند کے ساتھ بڑی مشکل سے وقت گزارا کیونکہ بیماری کے علاوہ مرزا جی Abnormalies یعنی غیر معمولی نفسیاتی امراض میں مبتلا تھے اور اخراجات کی آفت ان پر مستزاد تھی۔ ان مشکل ایام میں جو علاج ان کے لئے تجویز کیا گیا تھا وہ موصوف کی زندگی پر کچھ روشنی ڈالتا ہے۔ ۱۸۸۰ء کے آخر تک وہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کی تدوین میں متحرک طور پر مصروف رہا۔ ۱۸۷۳ء میں اس کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کی وفات کے بعد مرزا کے لئے میدان صاف ہو گیا۔ اور وہ اپنی من پسند منزل دعوائے نبوت کی طرف تیزی سے مڑ گیا۔ برٹش راج کی فرماں برداری اور جہاد کی منسوخی مرزا کے کردار پر مہر تصدیق ثبت کر رہے تھے۔ ۱۸۷۴ء میں اس کے قریبی ساتھی مولانا محمد حسین بٹالوی نے جہاد کے خلاف ایک کتاب لکھی اور برطانیہ کی طرف سے انعام حاصل کیا (مجلہ اشاعت السنۃ لاہور جلد نمبر ۸، شمارہ نمبر ۹، صفحہ ۶۲-۲۶۱)

جگر لخت لخت

شیخ حبیب الرحمان بٹالوی

حادثوں سے ہار جانا فطرت آدم نہیں

انسانی زندگی کا زیادہ تر حصہ اپنے بس میں نہیں ہے۔ یوں تو کچھ بھی اپنے بس میں نہیں ہے۔

بس میرے بس میں نہ تھی شوفر میرے بس میں نہ تھا
میں تو بس میں تھا مگر بستر میرے بس میں نہ تھا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل سلیم دی ہے۔ جھوٹ اور سچ میں فرق کے احساسات سے نوازا ہے کہ وہ جہاں تک ہوسکے سوچ سمجھ کر زندگی بسر کرے۔ مگر میں زندگی کے جس شعبہ کی بات کرنے چلا ہوں وہ ہے حیات مستعار میں حادثات کا شعبہ اور اس حادثات سے بھرپور زندگی میں صبر و استقلال کی ضرورت، ہر انسان کی زندگی حوادث سے معمور ہے جو اپنے بس میں نہیں ہیں۔ شاید اسی لئے کسی شاعر نے اپنے مشاہدات اور تجربات کی بناء پر یہ کہا تھا کہ

زندگی ہے غم و درد کا اک شاہکار عظیم
لوگ کیا سوچ کے جینے کی دعا کرتے ہیں

گئے دنوں کی بات ہے پریس کے میرے ایک رفیق کار کا بازو رولر میں آگیا۔ ہم اسے ہسپتال لے گئے۔ ضروری ایکسرے کے بعد ہمارے ساتھی کو گلوکوز لگا دیا گیا۔ بازو پر کریپ بینڈیج باندھ دی گئی۔ بازو اگرچہ کافی حد تک دباؤ میں آگیا تھا۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ پریس کے وہ رولر جن میں ہمارے اس ساتھی کا بازو آیا تھا۔ ربڑ کے تھے۔ جس سے بازو کی ہڈی کو کوئی ضرب نہیں آئی تھی۔ دباؤ کی وجہ سے اندر کا گوشت پھٹ گیا تھا۔ ہمارے نزدیک یہ ایک بہت بڑا حادثہ تھا۔ مگر ڈاکٹر نے بتایا کہ آپ کا مریض ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ٹھیک ہو جائے گا۔ تسلی ہوئی تو ساتھ والے بیڈ پر ایک ایسے مریض پر نظر پڑی جس کا تمام جسم خون و خون تھا، سر کی کھوپڑی جگہ جگہ سے چھلی ہوئی تھی۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ معمار ہے۔ لینٹر کے سلسلہ میں شٹرنگ کے دوران لینٹر سے پہلے بنائی جانے والی کچی چھت اوپر آپڑی۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور مریض پڑا تھا۔ اس نے خودکشی کی تھی۔ کھاتے پیتے گھرانے کا فرد تھا۔ گھر والوں سے بغاوت کر کے ایک غریب لڑکی سے شادی کر لی۔ والدین نے گھر سے نکال دیا۔ جیسے تیسے زندگی بسر کرتا رہا۔ آخر کہاں تک! ناز نخرے، لاڈ پیار، دودھ مکھن کا پلا ہوا تنگی ترشی، غربت، افلاس، سوکھی روٹی کا کہاں تک مقابلہ کرتا، خودکشی کرنے کی کوشش کی مگر جان تو اللہ کے قبضہ میں ہے نہ نکلی۔ بیوی ہسپتال لے آئی۔ ماں کو پتہ چلا اپنے پر خلوص اور بے لوث کردار سے مجبور مامتا گھر سے قرآن مجید ساتھ لیکر آئی تھی۔ بیٹے کے سرہانے "یٰسین" تلاوت کر رہی تھی اور آنسوؤں کی بارش میں دعا گو تھی کہ اللہ تعالیٰ اسکے بیٹے کی تکلیف کو رفع کر دے۔ یہ روح فرسا منظر دیکھ کر اپنے دوستوں کے ساتھ باہر آرہا تھا کہ ننگے سر، ننگے پاؤں ادھیڑ عمر کی ایک خوش شکل خاتون نظر آئی۔ جس نے اپنے بائیں ہاتھ میں پلاسٹک کی ایک بڑی گڑیا ایسے اٹھا رکھی تھی جیسے ماں نے اپنا بچہ بغل میں اٹھا رکھا ہو۔ اسی

ہاتھ کی کلائی میں ایک شاپر تھا۔ جس میں گڑیا کے کپڑے، کھلونے، چوسنی، فیڈر، وہ سب کچھ تھا جو ماں اپنے شیر خوار بچے کے لئے ہر وقت اپنے پاس رکھتی ہے۔ وہ عورت اپنا گڑیا والا بایاں بازو اس طرح ہلا رہی تھی اور منہ سے آ آ آ آ کی آواز ایسے نکال رہی تھی جیسے ماں اپنے روتے ہوئے بچے کو بہلا رہی ہو، چپ کرا رہی ہو۔ کوئی کیا کہہ سکتا ہے کہ اس خاتون کے ساتھ کیا حادثہ گزرا تھا۔ کیا اس کے ہاں بیٹی پہ بیٹی پیدا ہوتی چلی گئی جو اس کے اپنے بس میں نہ تھی۔ اور خاوند نے طلاق دے کر گھر سے نکال دیا۔ یا خاوند اتنا ظالم تھا کہ بات بات پر اسے جھڑکتا تھا، خرچ نہیں دیتا تھا۔ اسے ایک غلام سمجھ کر چھوٹی چھوٹی بات پر اس کی عزت نفس مجروح کرتا تھا۔ طعن و تشنیع سے اسے ذہنی کوفت پہنچاتا تھا۔ اسے نان نفقہ اور علاج معالجہ میں تنگ رکھتا تھا اور وہ زبردست پریشانی کے دباؤ میں اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی۔

قارئین! ایسے ہزاروں واقعات ہمارے اردگرد پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر آدمی یہ کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ ہمارے چاروں طرف آنسو ہی آنسو ہیں۔ آہیں ہی آہیں ہیں اور مسکراہٹیں بہت کم۔ اگر ایک آدمی کے پاس دولت بے حساب ہے تو اولاد کوئی نہیں۔ اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے وہ یتیم خانے سے "محمد بوٹا" کو گود لیکر اس کا نام "توقیر احمد" رکھتا، اس کا عقیقہ، ختنہ، شادی کرکے دل بہلاتا ہے۔ دوسری طرف ایک آدمی کے دس بیٹے ہیں تو وہ دس کے دس ناہنجار ہیں۔ جوئے باز ہیں۔ نشئی ہیں مار دھاڑ کرتے ہیں۔ ایک گھر میں اگر مرد بے کار ہے کام کاج نہیں کرتا۔ دولت نہیں کہ کوئی کاروبار کرلے۔ بال بچوں کی زندگی بڑی تنگی سے بسر ہو رہی ہے تو دوسرے گھر میں مرد اچھا بھلا کمالیتا ہے۔ آمدنی وافر ہے مگر گھر میں خرچ نہیں دیتا۔ چالاکی، ظلم اور دھو کے سے کام چلانے کی کوشش کرتا۔ زندگی ان کی بھی بڑی تنگی سے بسر ہو رہی ہے۔ اگر ایک طرف ایک نیک آدمی کسی یتیم بچی کو منہ بولی بیٹی بنا کر اس کی پرورش کرتا اسے تعلیم و تربیت سے آراستہ کرکے احسن طریقے سے اسے اس کے سسرال رخصت کرتا ہے تو دوسری طرف اس کی ساس اپنے بیٹے کے مرنے کے بعد سنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے بچوں سمیت دھکے دے کر گھر سے نکال دیتی ہے کہ کہیں وہ اکیلی ساری جائیداد پر قبضہ نہ کرلے۔

ایک آدمی چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا کر خود مرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ زندہ بچ جاتا ہے اور دوسرا آدمی دونوں طرف اچھی طرح دیکھ کر ریلوے لائن کراس کرتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے پرخچے اڑ جاتے ہیں۔ ایک آدمی دائیں بائیں کی پروا نہ کرتے ہوئے سڑک کے درمیان وحشیوں کی طرح تیز رفتاری سے اپنی گاڑی چلاتا ہے اسے کچھ نہیں ہوتا اور دوسرا ٹھیک سے بچ بچا کر دور فٹ پاتھ پر دیوار کے ساتھ لگ کر چلتا ہے کہ ایک ٹرک آتا ہے اور فٹ پاتھ پر چڑھ کر اسے کچل جاتا ہے۔

اگر ایک گھر میں عورت نیک ہے اور مرد شرابی، ظالم بدکردار ہے تو دوسرے گھر میں مرد خاموش طبع، نیک صالح ہے اور عورت بدزبان بدتمیز اور بدلحاظ ہے۔ ایک باپ اگر نیک صالح اور معاملات میں کھرا ہے تو اس کا بیٹا نالائق، ضدی اور فریب کار ہے۔ ایک گھر میں اگر سسرالی جھوٹے چالاک، دغا باز ہیں اور داماد، بہو نا قابل تعریف کردار کے مالک ہیں تو دوسرے گھر میں ساس سسر بہت نیک اور صالح ہیں اور بہو داماد نے اپنے شر اور فساد کی وجہ سے گھر والوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ کہتے ہیں۔

آں یکے در کنج مسجد، مست و شاد وآں یکے در باغ، ترش و نامراد

ایک شخص مسجد میں چٹائی پر خوش ہے اور ایک باغ میں ہے۔ چاروں طرف پھول ہی پھول ہیں مگر وہ غموں کے کانٹوں سے غمگین و نامراد ہے۔ یہ پھولوں میں رو رہا ہے اور وہ کانٹوں میں ہنس رہا ہے۔

ایک ہی باپ کے دو بیٹے پلے ایک ہی ساتھ گھر میں
اک تخت پہ ہے بیٹھا اک در در کا گدا ہے
ایک ہی درخت کی دو شاخیں وہ ایک ساتھ پھوٹیں
اک جل کر بھسم ہوئی ہے اک کا بنا عصا ہے
ایک ہی قسم کے دو پھول ایک ساتھ نکلے
نوشہ نے ایک پہنا اک قبر پہ چڑھا ہے

اللہ بے نیاز ہے، بے پروا ہے، وہ کسی کو مال و دولت اتنی دیتا ہے کہ حساب ہی کوئی نہیں اور کوئی نان شبینہ کو ترستا ہے۔ کسی کو اولاد سے محرورم رکھتا ہے اور کسی کو ایک ہی بیٹا عطا کرتا ہے اور عین جوانی کے عالم میں وہ بھی اس سے واپس لے لیتا ہے۔

اک نوں کجھ نہ دیوے ایک نوں اک دتا اودی گیا مر
حافظؔ! صاحب نوں کون آکھے انج نئیں انج کر

پھر ایک طرف اگر پروردگار اپنے بعد کسی ہستی کو سب سے بڑا درجہ دیتا ہے۔ کونین کی بادشاہی کا تاج اس کے سر پہ سجاتا ہے۔ معراج کی رات دوزخ، جنت کی سیر کے بعد خود اس سے ہم کلام ہوتا ہے تو دوسری طرف اس صاحب شان پیغمبر ﷺ کا مشرکین مکہ سے سامنا کرواتا ہے۔ کئی سال شعب ابی طالب میں قید رکھتا ہے۔ طائف کی بستی میں لہولہان کراتا اور میدان احد میں رخ مبارک کو شدید زخمی کروا دیتا ہے۔ اگر ایک طرف حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہواؤں پہ حکومت عنایت کرتا ہے۔ انہیں جنوں، انسانوں اور پرندوں کا لشکر عطا کرتا ہے۔ پہاڑوں کو حضرت داؤد علیہ السلام کے تابع کر دیتا ہے۔ انہیں جانوروں کی بولیاں سکھاتا ہے تو دوسری طرف برگزیدہ پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن میں کیڑے پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یونس علیہ السلام کو کئی دن مچھلی کے پیٹ میں رہنا پڑتا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے ذوالکفل اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک عرصہ قید کاٹنا پڑتی ہے۔ سچ بولنے کے جرم میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو پھانسی گاہ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ ہر کوئی اپنی اپنی پریشانی میں مبتلا ہے۔ کسی کو مہلت نہیں کہ دوسرے کا پتہ کرے۔

ہر ایک کی پریشانیوں کی نوعیت شاید الگ الگ ہو ورنہ ہر آدمی ایک سے بڑھ کر ایک مصیبت میں گرفتار ہے۔ دنیا میں کوئی بھی سکھی نہیں۔

وقت خوش خوش کاٹنے کا مشورہ دیتے ہوئے
رو پڑا وہ آپ مجھ کو حوصلہ دیتے ہوئے

انسان اس کائنات کا شاہکار ہے مگر کائنات میں سب سے زیادہ دکھی ہے۔ امیر ہو یا غریب شہنشاہ ہو یا فقیر ہر کوئی اپنے اپنے دکھوں کی صلیب پر لٹکا ہوا نظر آتا ہے کہ

غریب شہر تو فاقوں سے مر گیا عارف　　　　امیر شہر نے ہیرے سے خود کشی کر لی

حکماء فلسفی اور دانایان روزگار کی اکثریت نے انسانی زندگی میں رنج و الم کے حصے کو خوشی و مسرت سے کئی گنا زیادہ بتایا ہے۔ شکسپیئر کہتا ہے "اگر انسان اپنے نوشتہ تقدیر کو پڑھے اور زمانے کی گردش کو دیکھے کہ کس طرح الفاقات زمانہ اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں اور تغیرات گردش کے پیالے مختلف رنگوں میں کیسے اسے بھر بھر کے دیئے جاتے ہیں تو مسرور ترین نوجوان بھی اپنی کتاب زندگی بند کرنے پر مائل ہوجائے۔ شوپنہار کہتا ہے "اس دکھ اور آلام کی دنیا میں انسان کا وجود ایسے لگتا ہے کہ جیسے سردی کی طویل ترین رات میں بہت سارے ننگ، دھڑنگ بچوں کو بے سہارا چھوڑ دیا گیا ہو اور وہ ادھر ادھر سردی کی اذیت سے پناہ کی تلاش میں کلبلاتے پھر رہے ہوں۔

ایک بزرگ نے انسانی زندگی کے رنج و الم کا تمثیلی نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر گوندھا جارہا تھا۔ اس پر چالیس دن تک ایک قسم کی بارش ہوتی رہی جس میں انتالیس دنوں کی بارش دکھوں کی بارش تھی اور صرف ایک دن کی بارش سکھ کی بارش تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "میں بھوک، پیاس، افلاس اور پھلوں کا نقصان دے دے کر انسان کو آزماتا ہوں وہ جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں اگر انہیں کوئی مصیبت آئے تو کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ "کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ صرف یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم مسلمان ہیں۔ نہیں! میں انہیں مختلف تکالیف دے دے کر آزماؤں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ کون اپنے قول کا سچا اور کون جھوٹا ہے۔" پھر قرآن مجید میں یہ بھی آتا ہے کہ "ہوسکتا ہے آپ ایک چیز کو پسند کرتے ہوں اور وہ آپ کے لئے بری ہو اور ایک چیز کو آپ ناپسند کرتے ہوں اور وہ آپ کے لئے اچھی ہو۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور بے شک سکون قلب اللہ کے ذکر سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

الغرض! اللہ تعالیٰ کی مشیت اور مرضی سے کوئی بھی فرار حاصل نہیں کرسکتا۔ وہ سب سے پوچھ سکتا ہے۔ اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ وہ سب کو بچاسکتا ہے اس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ ہر دم اس سے ڈرتے رہنا چاہیے اور خیر کی دعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہی معاملات کو صحیح رکھ سکتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اس کے اور اس کے برگزیدہ پیغمبر ﷺ کے فرامین کی تعمیل کرے، راضی بر رضا رہے، عاجزی اختیار کرے، جھوٹ نہ بولے، امانت میں خیانت نہ کرے، کسی کا دل نہ دکھائے، ہر ایک کا حق ادا کرے، گرے پڑے کے کام آئے، جس حالت میں اللہ رکھے اس کا شکر ادا کرے، دکھ کے وقت صبر اور نماز کے ساتھ اسی سے مدد طلب کرے، کہ تسلیم و رضا کی برکت سے اللہ اسے سکون عطا کرے گا۔ اگر کلیوں کو یہ نعمت حاصل ہوسکتی ہے کہ وہ کانٹوں میں کھل اٹھیں تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں کے قلوب کو عین غم کی حالت میں سکون و راحت عطا نہیں کرسکتا۔

بے شک یہ سب پریشانیاں، دکھ انسانوں کے لئے ہوتے ہیں۔ زندگی ایک مسلسل آزمائش ہے۔ مگر وہ آدمی ہی کیا جو نصیب کی ٹھوکروں سے گھبرائے کہ مصیبت میں گھبرانا نئی مصیت کو دعوت دینا ہے۔ بڑے بڑے انسان ہمیشہ افلاس کی چکی میں پستے آئے ہیں۔ بجلی اونچی اور بلند عمارتوں کے حوصلے آزماتی ہے کسی حالت میں اپنے دل کو مت گراؤ، دیکھو! لوگ گرے ہوئے مکانوں کی اینٹیں اٹھا کر لے جاتے ہیں مگر کھڑی ہوئی عمارت کو کوئی بھی ہاتھ نہیں لگاتا۔

زبان میری ہے بات ان کی

○ پاکستان میں "جہازوں" کی تعداد ۳۰ لاکھ سے تجاوز کر گئی۔ زیادہ عادی ہیروئن کے ہیں۔ (ایک خبر)
یہ جہاز ایف سولہ سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔

○ پاکپتن بہشتی دروازہ کھل گیا۔ (ایک خبر)
جہالت اور کسے کہتے ہیں۔

○ میں حسینی ملنگ ہوں۔ (بے نظیر)

پانی پانی کر گئی مجھ کو "چقندر" کی یہ بات
یسنوں دھرتی قلعی کرادے میں نچاں ساری رات"

○ مسجد بلال پر چھاپہ۔ پولیس جوتوں سمیت داخل ہوئی۔ مسجد سیل کر دی گئی۔ (ایک خبر)
قیام پاکستان کا مقصد پورا ہو گیا۔

○ نومولود بچے چوری کرنے والی لیڈی ڈاکٹر کا گروہ گرفتار۔ (ایک خبر)
قوم کی خدمت کرنے کے دعوے دار گروہ کے کرتوت!

○ پنجابیوں کی حرکتیں ہی ایسی ہیں، سندھی ان پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ (حاکم علی زرداری)
عدم اعتماد والی "حرکت" نہیں بتائی،

○ ٹخنوں سے اونچی شلوار یا سر پر دوپٹہ اسلام نہیں۔ (مشیر اطلاعات مشاہد حسین)
رسول پاک ﷺ کے اقوال کی توہین کرنے والے پر لعنت بے شمار بکار ثواب!

○ کپڑا بنانے والی ملز کی ناپاک جسارت۔ اسم اللہ کا ڈیزائن کپڑے پر پرنٹ کر دیا۔ (ایک خبر)
یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔

○ سعودی عرب میں تین پاکستانیوں کے سر قلم کر دیئے گئے (ایک خبر)
ہماری حکومت کا کام سعودی حکومت کر رہی ہے۔

○ پیپلز پارٹی کرپشن کے خلاف سیمینار منعقد کرے گی (ایک خبر)
حیرت ہے۔

○ اداکاراؤں سے کوئی تعلق نہیں۔ (احمد مختار)
صرف ان کے حسن پر مرتے ہیں

○ پولیس کرپٹ ہے۔ اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ (مشاہد حسین)
محکمہ ختم کر دیں۔ امن ہو جائے گا۔

○ نور جہاں کو دل کا دورہ (ایک خبر) "دل دریا بھول ہوئی"۔

○ بنک کسی کو ایک لاکھ سے زیادہ کیش دیں تو پولیس کو بتائیں (ایس ایس پی ذوالفقار)
اگر پھنا ہو تب بھی نہ بچیں!
○ کرپٹ بیورو کریسی نے ملک سے فرار کی کوششیں تیز کر دیں۔ (ایک خبر)
اللہ کی پکڑ سے کوئی فرار حاصل کر سکتا ہے؟
○ پیٹی اترنے لگتی ہے تو پولیس والے معافی مانگ لیتے ہیں۔ (ہائیکورٹ)
پولیس کے مظالم ناقابلِ معافی ہیں۔
○ بے نظیر بہادر خاتون ہیں۔ (حاکم علی زرداری)
آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔
○ منگو پیر جانے والی عارفوالا کی دو خواتین قتل (ایک خبر)
پیر صاحب انہیں نہ بچا سکے!
○ صدر لغاری کے کزن کے داماد پر نہری پانی چوری کرنے کا الزام (ایک خبر)
○ شیر باز مزاری کے بیٹے نے فروخت شدہ اراضی پر دوبارہ قبضہ کر لیا (دوسری خبر)
یہ ہیں قوم کے نجات دہندہ
○ جمیعت علماء اسلام نے انتخابی سیاست چھوڑنے کا اعلان کر دیا۔ (مولانا فضل الرحمن)
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا۔
○ مولانا فضل الرحمن میری فلاحی تنظیم "تحریک مساوات" میں شامل ہو جائیں (مسرت شاہین)
خو! بے شرمی والا باتیں مت کرو
○ کیوں نہ قاضی کو سیکس اسکینڈل سیل کا انچارج بنا دیا جائے (بے نظیر)
○ عورت فحش کلامی پر اتر آئے تو شریف آدمی کو چپ رہنا چاہیے۔ (قاضی حسین احمد)
○ سیاست میں تمام برائیاں ضیاء الحق نے پیدا کیں (اسلم بیگ)
اس وقت آپ پکوڑے بیچ رہے تھے؟
○ الیکشن سے تنگ گئے ہیں۔ اب پاکستان میں بھی طالبان آئیں گے۔ (بے نظیر)
آمین، آمین، ثم آمین۔ طالبان...... اہلاً و سہلاً مرحبا
○ پنجاب میں چار ماہ کے دوران ۱۴۹۷ افراد کا قتل (ایک خبر)
حکمرانی طبقہ ذمہ دار ہے۔ اللہ کے ہاں آئیں بائیں شائیں نہیں چلے گی۔
○ پاکستان بننے کا نقصان یہ ہوا کہ کلرک کا بیٹا وفاقی سیکرٹری بن گیا۔ (حاکم علی زرداری)
لیکن آپ کو تو کوئی نقصان نہیں ہوا۔
○ رشوت خور تھانیدار کو عدالت میں ہتھکڑیاں لگ گئیں۔ (ایک خبر)
تعجب کی بات ہے!
○ بہشتی دروازے سے گزرنے والے تین افراد بے ہوش (ایک خبر) "بہشت" میں پہنچ گئے۔

○ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت ذریت ابن سباء کی سازش تھی

○ حسنین امن کے پیغام بر تھے، ان کے نام پر بدامنی پیدا کرنے والے مردود ہیں

○ ہر صحابی مجتہد مطلق ہوتا ہے۔ کسی غیر صحابی کو ان پر تنقید کا حق نہیں

○ سفر کربلا، حق وباطل کے معرکہ کے لئے نہیں اصلاح احوال کے لئے تھا

دارِ بنی ہاشم ملتان میں تئیسویں سالانہ مجلس ذکر حسین سے قائد احرار،

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری اور دیگر احرار رہنماؤں کا خطاب

۲۳ ویں سالانہ مجلس ذکر حسین رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان اجتماع ۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۹۷ء بروز اتوار، دار بنی ہاشم ملتان میں منعقد ہوا۔ حسب پروگرام دس بجے صبح مؤمنین اہل سنت نے بارگاہ حسینی میں ہدیہ ایصال ثواب پیش کرنے کے لئے ختم قرآن کریم کر کے اس بابرکت اجتماع کا آغاز کیا ٹھیک گیارہ بجے مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا محمد مغیرہ مائک پر تشریف لائے اور نظامت کے فرائض انجام دیتے ہوئے تمہیدی کلمات کے بعد مجلس کا آغاز فرمایا۔ مجلس کی پہلی نشست سے ابو مروان مولانا محمد اسحٰق سلیمی، ابوسفیان تائب، ابومعاویہ حافظ کفایت اللہ، ابو معاویہ محمد یعقوب خان اور ابو ہند محمد عبداللہ نے خطاب کیا۔ حافظ عبدالرزاق اور محمد ضیاء الحق نے تلاوت قرآن مجید کی جبکہ حافظ محمد اکرم اور حسین اختر نے ہدیہ نعت پیش کیا۔

مقررین نے کہا کہ صحابہ کرام نگہبان رسالت اور نبوت کے گواہ ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ ابن سباء یہودی کی سازش کا نتیجہ ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں۔ انہیں جماعت صحابہ سے جدا کرنا امت میں تفرقہ پیدا کرنا ہے۔ سیدنا حسین کا اپنے مؤقف پر استقامت سے ڈٹ جانا ان کی جرأت و بہادری اور بارگاہ نبوی کی تربیت کا اثر تھا۔ مقررین نے کہا پاکستان میں ہونے والی دہشت گردی اور قتل و غارت گری کی آڑ میں یہود و نصاریٰ اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ حکمران عقل و بصیرت سے کام لیں۔ عظمت رسالت اور مقام صحابہ کے تحفظ کے قانون پر مؤثر عملدر آمد کے بغیر ملک میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔

بعد نماز ظہر دوسری نشست سے مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنماؤں قائد احرار، ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری، ابن امیر شریعت، حضرت پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ اور سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کیا۔

عبداللطیف خالد چیمہ اور سید محمد کفیل بخاری نے اپنے خطاب میں کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم "تاریخی"

نہیں "قرآنی" شخصیات ہیں۔ صحابہ کے بعد کوئی مسلمان کسی بھی قرآنی شخصیت پر تنقید کا حق نہیں رکھتا۔ صحابہ کرام اور آل و ازواج رسول امت مسلمہ کے لئے معیار حق و صداقت ہیں۔

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: سیدنا حسین رضی اللہ عنہ امن کے پیغام بر تھے۔ ان کی شخصیت تمام مسلمانوں کی محبت کا محور و مرکز ہے۔ وہ شہید مظلوم ہیں۔ ان کی مظلومانہ شہادت کی آڑ میں یہود و نصاریٰ نے امت مسلمہ کو انتشار و افتراق سے دوچار کیا اور اسلام کے خلاف اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔

آخر میں قائد احرار، ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی فضیلت ان کی نسبت ایمان اور نسبت صحابیت ہے۔ جس طرح تمام صحابہ معیار حق ہیں اسی طرح سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنھم بھی معیار حق ہیں۔ سیدنا حسن نے سیدنا معاویہ کی بیعت کی، سیدنا عبداللہ ابن عمر اور دیگر صحابہ نے یزید کی بیعت کی۔ لیکن کیا ان صحابہ کرام کو اس وجہ سے تنقید کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔ ہر صحابی مجتہد مطلق ہوتا ہے اور اسے اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ کوئی غیر صحابی ان کے اجتہاد کو غلط کہنے کا حق نہیں رکھتا۔ حادثۂ کربلا کفر و اسلام اور حق و باطل کا معرکہ نہیں تھا بلکہ خود سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق انہوں نے اصلاح احوال کے لئے سفر کربلا اختیار کیا، اور یہ ان کا اجتہادی حق تھا۔ مگر یزید تک پہنچنے سے پہلے ہی انہیں سازش کے جال میں پھنسا کر بے دردی سے شہید کردیا گیا۔ سید عطاء المحسن بخاری نے کہا کہ ہم جس طرح دیگر تمام صحابہ کا احترام کرتے ہیں بالکل اسی طرح سیدنا حسین کا بھی احترام کرتے ہیں۔

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور مولانا محمد اسحٰق سلیمی کا ضلع وہاڑی کا تنظیمی دورہ مجلس احرار اسلام کی رکنیت سازی مہم کا آغاز اور مختلف اجتماعات سے خطاب

ماہ مئی کے وسط میں مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنماؤں ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے ضلع وہاڑی کے مختلف علاقوں کا تنظیمی دورہ کیا اور مجلس احرار اسلام کی رکنیت سازی مہم کا آغاز کیا۔ علاوہ ازیں مختلف اجتماعات سے خطاب بھی کیا۔ اطلاعات کے مطابق مولانا محمد اسحٰق سلیمی اور حافظ محمد اکرم صاحب نے میلسی شہر، میرا ن پور، گگری کلاں، محبت پور، فقرشاہ، موضع چھینہ اور جملیرا میں رکنیت سازی کرکے جماعت کی شاخیں قائم کیں اور دستور جماعت کے مطابق مقامی انتخابات مکمل کرائے۔ حضرت پیر جی مدظلہ نے جملیرا اور چیچہ وطنی میں خطبات جمعہ ارشاد فرمائے۔ جہانیاں، ٹبہ سلطان پور، عزیز قہم، مصطفی آباد، کرم پور، وہاڑی، حاصل پور، چشتیاں، بورے والا اور گڑھا موڑ میں مختلف احباب سے ملاقاتیں کرکے انہیں جماعت میں شمولیت کی دعوت دی، رکنیت سازی کی اور مقامی انتخابات مکمل کرائے۔ یاد رہے کہ ان دنوں ملک بھر میں مجلس احرار اسلام کی رکنیت سازی مہم زوروں پر ہے اور احرار کارکن مقامی سطح پر جماعتوں کی تشکیل میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

"ناگڑیاں" ضلع گجرات میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام سیرت النبی ﷺ کانفرنس

قائد احرار ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری، پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، مولانا محمد اسحٰق سلیمی، پروفیسر خالد شبیر احمد اور دیگر احرار رہنماؤں کے بیانات

گجرات سے بھمبر کی طرف سفر کریں تو راستے میں "صبور" نام کا ایک قصبہ آتا ہے اس قصبہ سے قریباً پانچ چھ کلومیٹر کے فاصلہ پر جانب مشرق ایک گاؤں "ناگڑیاں" کے نام سے مشہور ہے۔ جو اپنے محل وقوع کے اعتبار سے نہایت خوبصورت اور پر کیف مقام پر واقع ہے۔ یہاں کی سرسبزی و شادابی چھوٹی بڑی بل کھاتی برساتی ندیاں، لہلہاتے کھیت، نسیم صبح میں جھومتے ہوئے پیڑ، دور نظر آنے والا کشمیر کا سلسلہ کہسار، دیکھنے والے پر سرمستی و بے خودی اور سرشاری کی کیفیت طاری کر دیتا ہے۔
بقول کسے!

بوئے گل، رنگِ افق، نازِ صبا، بانگِ ہزار
واہ کیا سامان ہے بشاش رہنے کیلئے

مگر اس کے باوجود اس گاؤں کی ایک اور نسبت ہے وہ یہ کہ "ناگڑیاں" بطلِ حریت، سید الاحرار، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ کا آبائی گاؤں ہے۔ یہاں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ابتدائی زندگی کا ایک بھرپور وقت گزارا ہے یہاں کی فضا میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت حافظ سید ضیاء الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زہد و تقویٰ، فضل و کمال، اخلاص و للّٰہیت اور عبادت و ریاضت کی بو باس اب بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔

شاہ جی کے آباؤ اجداد آج سے ڈیڑھ سو سال قبل کشمیر سے یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ خاندان کے ایک بزرگ حضرت سید محمد یوسف شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے مسجد تعمیر کی جو پورے گاؤں میں واحد مسجد تھی آج سب بزرگ قبروں میں جا چکے ہیں اور مسجد ان کے صدقۂ جاریہ کے طور پر آج بھی موجود ہے۔

اس مسجد میں قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے ۱۹۸۵ء میں مدرسہ محمودیہ معمورہ کے نام سے دینی درسگاہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور تعلیم قرآن حکیم جاری فرمائی۔ قریباً بارہ سال گزر گئے۔ اس عرصہ میں گاؤں کے سینکڑوں بچوں نے قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم حاصل کی۔ اب تک الحمد للہ نو بچوں نے تکمیل حفظ قرآن کریم کی جن کا تعلق اسی گاؤں سے ہے .... ۹ مئی جمعۃ المبارک کو مدرسہ کے یوم تاسیس کے حوالہ سے "سیرت النبی ﷺ کانفرنس" کا انعقاد تھا۔

اس کانفرنس کے انتظامات مدرسہ محمودیہ معمورہ کے اساتذہ جناب حافظ محمد ضیاء اللہ، جناب حافظ محمد یٰسین

اور مجلس احرار اسلام ناگڑیاں کے سرگرم کارکن جناب محمد آصف اور حافظ مختیار احمد کے سپرد تھے۔

کانفرنس میں شرکت کیلئے دور و نزدیک کے دیہات سے بہت سے لوگ سفر کر کے آئے اس کے علاوہ لاہور، سیالکوٹ، گجرات اور فیصل آباد کے احرار رضاکار بھی مہمانوں میں سرفہرست ہیں۔ لاہور سے جناب چوہدری محمد اکرام صاحب، علامہ سلطان محمد صاحب ،جناب میاں محمد اویس صاحب، جناب ملک محمد یوسف صاحب اور سیالکوٹ سے سالار عبدالعزیز صاحب نے خاص طور پر شرکت کی۔

کانفرنس کی تین نشستیں ہوئیں۔ صبح نماز فجر کے بعد درسِ قرآن حکیم۔ دوسری نشست نماز جمعہ سے قبل اور تیسری نشست نماز جمعہ کے بعد تا نماز عصر۔ نماز فجر کے بعد مولانا محمد اسحٰق سلیمی صاحب نے درس قرآن دیتے ہوئے کہا کہ قرآن حکیم اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے جو ہمارے لئے ابدی قانون کی حیثیت رکھتی ہے اللہ کی یہ کتاب ہمیں آداب زندگی اور معاشرت کے بارہ میں بتاتی ہے کہ ہم نے اس دنیا میں کس طرح رہنا ہے اور کس طرح اللہ کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے پنجابی زبان میں نہایت خوبصورت انداز میں عبادات، معاملات، اور معاشرت کے حوالے سے قرآن کریم کے احکامات بیان فرمائے۔ نماز جمعہ سے قبل ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطا المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے "ومارسلنامن رسول الالیطاع باذن اللہ" الخ کی تفسیر و تشریح کے ضمن میں اطاعت رسول، حُبّ رسول اور آنحضرت ﷺ پر درود شریف کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی ہی ہمارے لئے واجب الاطاعت ہے۔ آپ ﷺ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، آپ کا گفتگو فرمانا غرض ایک ایک عمل ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ ہماری کامیابی کا دارومدار صرف اور صرف آپ ﷺ کی کامل اتباع میں ہے۔یہی حکم قرآن ہے اور یہی دین ہے۔ آپ ﷺ کے طریقہ سے ہٹ کر کوئی نیا طریقہ دین میں گھڑنا اور اس کو عبادت کا درجہ دینا بدعت ہے۔ حضور ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ بدعت جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔

حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے

"ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی، یاایھاالذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

کی تفسیر کے ضمن میں کہا کہ آنحضرت ﷺ پوری امت کے محسن ہیں کہ آپ نے ہمیں کفر و ظلمت کی کھائیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاکھڑا کیا۔ ہمیں عذاب الٰہی سے بچا کر آخرت کی ابدی زندگی سنوارنے کیلئے اپنا اسوہ پیش کیا۔ آپ ﷺ کے احسانات اس امت پر اس قدر ہیں کہ ہم کسی طرح بھی آپ کا مکمل شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ آپ ﷺ پر درود شریف بھیجنا ہم پر اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا اس میں بھی ہمارا ہی فائدہ ہوگا کہ ہمارے ہی گناہ بخشے جائیں اور درجات بلند ہوں گے۔

نماز جمعہ کے بعد مجلس احرار اسلام کے رہنما جناب پروفیسر خالد شبیر احمد نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے احرار کے شاندار ماضی اور اس کے کارہائے نمایاں کے حوالہ سے مختصر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام کا ماضی قربانی و ایثار اور جدوجہد سے عبارت ہے۔ احرار انگریز جیسے جابر و ظالم حکمرانوں سے ٹکرا گئے اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری رحمھم اللہ جیسے درویش اور غیور رہنماؤں کی قیادت میں انگریز کو اس ملک سے نکال باہر کیا۔ انہوں نے کہا کہ احرار لوگوں کو غیر اللہ

کی بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی میں لانا چاہتے ہیں۔ احرار کا منشور تمام طاغوتی نظاموں کو ختم کر کے حکومت الٰھیہ کا قیام عمل میں لانا ہے۔

سب سے آخر میں قائد احرار ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے خطاب فرمایا۔ انہوں نے توحید و شرک اور سنت و بدعت کے مابین فرق کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے وہ اپنی صفات و کمالات میں یکتا ہے کوئی اس کا ہمسر نہیں نفع و ضرر صرف اسی کے ہاتھ میں ہے کوئی پیر، کوئی ولی، کوئی قطب کسی انسان کو نفع نہیں دے سکتا۔ پیر پرستی، قبر پرستی، غیر اللہ کے نام پر چڑھاوے چڑھانا اور قبروں پر منتیں ماننا سب شرک ہیں۔ شاہ جی نے کہا کہ یہ سب رسومات بد دراصل ہندوانہ کلچر کا حصہ ہیں۔ ہمارے قبر پرست بھجن کی جگہ قوالیاں، بت پرستی کی جگہ قبر پرستی اختیار کیے ہوئے ہیں اور یہ سب قرآن حکیم سے دوری اور اللہ رب العزت کی نافرمانی کے سبب ہے۔ قرآن پاک میں جا بجا ان شیطانی اعمال کی سخت بیخ کنی کی گئی ہے۔ آج ہم لوگ اگر صحیح معنی میں قرآن حکیم کے احکامات اور حضور ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنا شروع کر دیں اور اپنے اموال کو غلط راستہ میں خرچ کرنے کی بجائے اللہ کے بتائے ہوئے مصارف میں خرچ کرنا شروع کر دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکیں۔

"سیرت النبی ﷺ کانفرنس" کا اختتام نماز عصر سے قبل حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی دعا پر ہوا۔ کانفرنس کی نظامت کے فرائض لاہور سے آئے ہوئے مہمان جناب احمد معاویہ نے انجام دیے۔ نعت و نظم جناب حافظ محمد اکرم صاحب اور حافظ محمد اسماعیل صاحب نے پیش کیں جبکہ حافظ عابد حسین صاحب نے سیرت النبی اور پیغام احرار پر مبنی تقریر پرجوش انداز میں پڑھ کر داد وصول کی۔

معاشرے کی اصلاح اساتذہ کرام، علما کرام اور اہل علم کی ذمہ داری ہے۔

مغربی جمہوریت کا اسلام میں کوئی تصور نہیں اسلامی عقائد و نظریات کا تحفظ کرنا اور باطل قوتوں کے عزائم ناکام بنانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

تنظیم مسلم اساتذہ کے زیر اہتمام منعقدہ نشست سے قائد احرار

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کا خصوصی خطاب

تنظیم مسلم اساتذہ پاکستان تحصیل جلال پور پیر والا کے زیر اہتمام گزشتہ روز گورنمنٹ مڈل سکول واہی سندیلا میں ایک خصوصی تقریب منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر جلال پور شیخ بشیر احمد اور تنظیم کے تحصیلی صدر ملک محمد اعظم ندیم لانگ نے کی۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے فرمایا کہ انسان اور حیوان میں بہت سی عادات مماثل ہیں لیکن علم اور شعور کی وجہ سے انسان اشرف المخلوق ہے۔ انسانیت کی کامیابی صرف محمد رسول ﷺ کی پیروی میں ہے۔ قرآن و سنت پر عمل پیرا ہو کر اساتذہ کرام، علماء کرام اور اہل علم معاشرے کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اصلاح معاشرہ کی ابتدا اساتذہ کرام کریں۔ اس لئے کہ معلم پر بھاری ذمہ داریاں ہیں انہوں نے کہا کہ اسلامی عقائد و نظریات کا تحفظ کرنا عصر حاضر کا

اہم ترین تقاضا ہے۔ باطل قوتوں کو نہ روکا گیا تو اس کے اثرات نسل نو پر پڑیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اہل علم متحد ہو کر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات کو عام کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ جمہوریت نے مسلمانوں کو گمراہ کیا۔ اسلام میں جمہوریت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ سیدنا فاروق اعظمؓ کا انتخاب موجودہ جمہوریت کے منہ پر طمانچہ ہے۔ پاکستان میں جمہوریت نے جاگیرداری جہالت بد امنی کو فروغ دیا ہے۔

بعد میں ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے گورنمنٹ مڈل سکول واہی سندیلا کی جامع مسجد خلفا راشدینؓ کا سنگ بنیاد رکھا۔ افتتاحی تختی کی نقاب کشائی کی اور دعا فرمائی بعد نماز ظہر انہوں نے مرکزی عید گاہ تاجیوالا میں جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ پر مدلل انداز میں خطاب فرمایا۔ جلسہ کی صدارت سپاہ صحابہؓ تحصیل جلال پور کے صدر حضرت مولانا خلیل احمد سعد نے کی۔

جبکہ مجلس احرار اسلام جلال پور کے راہنما عبدالرحمن جامی، قاری عبدالرحیم فاروقی نے بھی شرکت فرمائی۔

شاہ جی مدظلہ نے روح اور جسم کے تعلق پر مثالیں دیکر واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ پر وہ درود پہنچا دیتے ہیں جو ہم پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عقیدۂ توحید کی آڑ میں نبی کریم ﷺ کی گستاخی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ انہوں نے کہا کہ اصحاب رسولؐ نبوت کے گواہ ہیں۔ صحابہ کرام اسلام کی اساس ہیں۔ ان کیخلاف یاوہ دروغ گوئی گمراہی اور کفر ہے۔ ہر دو پروگراموں میں سابق اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر نذیر احمد ملک، غلام شبیر پنوہاں، حاجی محمد اسلم، مقامی ہائی سکولز کے اساتذۂ کرام اور علماء کرام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ پروگرام کے انتظامات کی نگرانی محمد افضل خان احرار نے کی۔

ملعون یوسف کذاب کو پھانسی دی جائے۔ (حکیم عبدالغفور)

مجلس احرار اسلام بہاولنگر کے صدر حکیم محمد عبدالغفور جالندھری نے جامع مسجد مدنی کالونی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت مدعیٔ نبوت ملعون یوسف کذاب کو قانونِ شریعت کے مطابق عبرتناک سزا دے اور سرعام پھانسی پر لٹکائے۔

انہوں نے کہا کہ کتب حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے مختلف ارشادات ہیں کہ...... میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ...... میرے بعد ہر مدعیٔ نبوت کذاب ہے.... جو انبیاء کی توہین کرے اسے قتل کردو اور جو میرے صحابہ کو برا کہے اسکی دروں سے پٹائی کی جائے..... جو مرتد ہو جائے اسے قتل کردو"

آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے حکم پر سب سے پہلے خلیفۂ بلا فصل رسول، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمل کیا اور مدعیٔ نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کر کے اسے قتل کر دیا۔

حکیم عبدالغفور نے کہا کہ مجلس احرار اسلام نے محض اللہ کی توفیق سے فتنۂ مرزائیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت البغایا کے خلاف قلمی اور عملی جہاد کیا۔ مرزائیوں کے دجل اور تلبیس کو مسلمانوں کے سامنے طشت از بام کیا اور بالآخر مرزائیوں کو پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

انہوں نے کہا کہ یہ انتہائی دکھ کی بات ہے کہ ہمارے ملک میں یوسف کذاب جیسے ملعون زندہ ہیں اور انہیں

سرکاری تحفظ فراہم ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ملعون یوسف کذاب کا مقدمہ جلد نمٹایا جائے اور اسے قرار واقعی سزا دے کر مسلمانوں میں پیدا ہونے والے اضطراب کو ختم کیا جائے۔

انہوں نے کہا کہ اگر ایسے بدمعاشوں اور ملعونوں کو تحفظ ملتا رہا تو ملک میں امن قائم نہیں رہ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوجائیں گے اور اللہ کی ناراضی یقیناً بہت بڑا عذاب ہے۔

میاں محمد اشرف سیکرٹری مجلس احرار اسلام سیالکوٹ

مرزائی پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں (سید کفیل بخاری)

۲۵ اپریل ۱۹۹۶ء کو مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما اور ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری سیالکوٹ کے تنظیمی دورہ پر تشریف لائے۔ آپ نے دار العلوم شہابیہ میں قبل از نماز جمعہ ختم نبوت کانفرنس کے بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی کی اتباع میں ہی ہماری ہر طرح کی کامیابی مضمر ہے۔ اگر مسلمان آج مصیبتوں میں گھرے ہوئے ہیں تو اس کی وجہ حضور ﷺ کی اتباع سے روگردانی ہے۔

انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی۔ اب کوئی بھی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ کاذب ہو گا۔ ہماری مرزائیوں سے کوئی ذاتی جنگ نہیں وہ نبوت کا دروازہ کھول کر کفر و ارتداد کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مرزائی اسلام اور پاکستان کے غدار ہیں اور وہ پاکستان میں رہتے ہوئے ملک کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔ مختلف محکموں میں کرپشن اور لوٹ مار میں ملوث ہیں جبکہ ملک کے اہم قومی راز چرا کر دشمن ممالک کو فراہم کر رہے ہیں۔ اسرائیل میں قادیانیوں کا مرکز موجود ہے جو قادیانی یہودی گٹھ جوڑ کا واضح ثبوت ہے۔

انہوں نے کہا کہ پنجاب حکومت نے وعدہ کے باوجود پاسپورٹ میں قادیانیوں کو احمدی لکھنے کا حکم واپس نہیں لیا وزیر اعلیٰ پنجاب اس مسئلہ کی طرف خصوصی توجہ کریں اور نیا حکم جاری کریں کہ قادیانیوں کو پاسپورٹ میں قادیانی ہی لکھا جائے۔

سید کفیل بخاری نے کہا کہ قادیانیوں کو ڈھیل دینے کا نتیجہ ہے کہ اب یوسف کذاب جیسے فتنے رونما ہو رہے ہیں انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فی الفور عدالتی تحقیقات مکمل کر کے یوسف کذاب کو پھانسی دے۔ تاکہ آئندہ کوئی شخص ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے اور توہین رسالت کی جرأت نہ کر سکے۔

دریں اثناء آپ نے جماعت کی تنظیم سازی کے سلسلہ میں بھی سامعین کو متوجہ کیا۔ آپ نے کہا کہ مجلس احرار اسلام پاکستان نے ملک بھر میں رکنیت سازی مہم شروع کر دی ہے آپ احرار میں شامل ہوں۔ اور دین کی محنت میں ہمارے قدم بہ قدم چلیں۔ اس سلسلہ میں سیالکوٹ کے احرار کارکنوں کا ایک اجتماع سید کفیل بخاری کی زیر صدارت سالار عبدالعزیز صاحب کی رہائش گاہ پر ہوا جس میں سیالکوٹ میں احرار کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا۔

ایم ایم عالم ...... ایم ایم احمد...... کون قادیانی...... کون مسلمان؟

وضاحت: محترم محمد مستقیم شہزاد صاحب نے قادیانیوں کے جس دجل اور فریب کی نشان دہی کی ہے وہ سو فی صد درست ہے۔ قادیانی مکتوب نگار نے ایم ایم عالم کا نام دھوکہ دہی سے قادیانیوں کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ اور یہی ان کا مذہبی طریقۂ واردات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب ایم ایم عالم راسخ العقیدہ مسلمان ہیں اور ایم ایم احمد سکہ بند، نسلی و اصلی قادیانی۔
ادارہ محترم مستقیم صاحب کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے اس اہم مسئلہ کی طرف متوجہ کر کے دیگر قارئین کی بھی ذہنی الجھن دور کر دی ہے (ادارہ)

محترم سید عطاء المحسن بخاری صاحب   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کی زیر ادارت شائع ہونے والا ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" اپریل ۱۹۹۷ء کا مطالعہ کیا۔ جناب حامد میر صاحب کا کالم "سامنے تو آیئے" توجہ کا مرکز رہا۔ کیونکہ اس میں مرزا طاہر احمد کے بیان کا تراشہ بھیجنے والے قادیانی قاری نے جس انداز سے جماعت احمدیہ کی پاکستان بنانے میں حیثیت جتائی ہے اور فخر کے ساتھ ہم مذہب جرنیلوں اور سیاست دانوں کا نام لیا ہے اس سے نہ صرف پاکستان کے حساس اداروں میں تخریب و سازش کے کھیل کا عندیہ ملتا ہے بلکہ منافقت اور دین دشمنی پر پردہ ڈالنے کی گھناؤنی کوشش بھی سامنے آتی ہے۔ یہاں راقم کو جوبات مطلوب ہے۔ وہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے حوالے سے ان سطور میں ایم ایم عالم اسکواڈرن لیڈر پاک فضائیہ کو قادیانی ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ بڑی تشویش ناک بات ہے کہ ایم ایم احمد سابق وزیر خزانہ (غلام احمد قادیانی کا پوتہ) کی جگہ ایم ایم عالم کا نام شائع ہونے سے ایک مسلمان کی ہمہ گیر شخصیت مجروح ہوئی ہے۔ "احمد اور عالم" کے الٹ پھیر سے قاری الجھ کررہ گیا ہے۔ اگر واقعتاً ایم ایم عالم قادیانی ہے۔ تو کبھی آپ کے ماہنامہ میں اس کا تذکرہ کیوں نہیں کیا گیا۔ ازراہ کرم اس کی وضاحت کریں تاکہ قارئین خواہ مخواہ کسی کے بارے میں غلط رائے نہ قائم کرلیں۔

میں آپ کے بھائی ماسٹر محمد علی حال مقیم کوئٹہ ریلوے ہسپتال کالونی کا دینی رفیق ہوں۔ تھوڑی سی دین کی سمجھ جو اللہ نے عطا کی ہے یہ آپ کے برادر عزیز کی تبلیغ اور اس ضمن میں جملہ مساعی کا نتیجہ ہے۔ چونکہ آپ اپنا ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" پابندی سے انہیں ارسال فرماتے ہیں۔ لہٰذا میں اس کا قاری رہا ہوں۔ آپ کے تحریر کردہ مضامین میں آپ کے قلم کی جرأت پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جس نے اس خبیث جماعت (قادیانیہ) کی خوفناک سازش اور اس کے ایجنٹوں کی ریشہ دوانیوں کو طشت ازبام کیا۔ قادنیت کی بیخ کنی کے لئے آپ کے گھرانے کی مسلسل قربانی اور تاریخی جدوجہد سے آج کون واقف نہیں ہے۔ بات اتنی سی ہے کہ اس کٹھن اور صبر آزما جدوجہد میں ساتھ چلنے والے نہیں ملتے۔ بندہٗ ناچیز کے لئے دعاء فرمایئے کہ کوئی اور طور نہ سہی تحریری اور زبانی ہی اس فتنے کی گوشمالی کے لئے کام کرسکوں۔ آپ کی دعاؤں کا طالب، اللہ کا بندہ   محمد مستقیم شہزاد (کوئٹہ)

ترجیم **مسافرانِ عدم** ادارہ

انا للہ وانا الیہ راجعون

گزشتہ ماہ بھارت میں مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا محمد عمر پالن پوری اور پاکستان میں مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی، مولانا عبدالوحید رحلت فرما گئے۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔ ان بزرگوں کے چلے جانے سے علم و معرفت، دین و دانش اور اصلاح و ارشاد کی کیسی کیسی مسندیں ویران ہو گئیں، کیسی کیسی محفلیں سرد پڑ گئیں۔۔۔۔۔ شمع روشن بجھ گئی، بزم سخن ماتم میں ہے۔ حزن و اندوہ و ملال کو تاثر کہیئے یا محرومی و مجبوری و بے چارگی کو "احساس" کا نام دیجئے، لیکن یہ احساس شدید ہے اور یہ تاثر شدید تر ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ

۵ مئی ۱۹۹۷ء کے روزنامہ "جنگ" کراچی میں صفحہ ۱۵ پر ایک پنج سطری خبر تھی کہ .... "ممتاز عالم دین مولانا محمد منظور نعمانی اتوار (۴ مئی ۹۷ء) کو بھارت میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر ۹۲ء سال تھی۔ مولانا........ رابطہ عالم اسلامی، مسلم پرسنل لاء بورڈ، دینی تعلیمی کونسل آف انڈیا کے رکن اور دارالعلوم دیوبند کی مشاورتی کونسل اور ندوۃ العلما (لکھنؤ) کی مجلس عاملہ کے رکن بھی تھے" کیا یہ خبر درست ہے؟ جواب اثبات میں ہے۔ کیا یہ خبر مکمل ہے؟ جواب نفی میں ہے مولانا نعمانی (رحمتہ اللہ علیہ) محض ایک فرد تو نہ تھے، فقط ایک "ممتاز عالم دین" تو نہ تھے، صرف چند اداروں کے روح رواں ہی تو نہ تھے۔ وہ اس صدی کے بہت بڑے آدمی تھے۔ لیکن جب بڑے آدمی ہی نہیں ہوں گے تو ہمیں کیونکر پتا چلے گا کہ بڑے آدمی کیسے ہوتے ہیں؟ یسے بنتے ہیں؟ کیسے جیتے ہیں؟ وہ لوگوں کو جینا کیسے سکھاتے ہیں؟

حضرت مولانا......... صاحب علم بھی تھے، صاحب قلم بھی تھے اور صاحب کمال بھی۔ مارچ ۱۹۳۴ء میں انہوں نے ماہنامہ الفرقان کا اجراء فرمایا۔ آج کہ جون ۱۹۹۷ ہے اب "الفرقان" اسی آب و تاب کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ یہ ایک جریدہ نہیں ایک تحریک ہے۔ ایک علمی اور فکری تحریک۔ جسے مولانا نے اپنے خون پسینے سے پروان چڑھایا، صحت و توانائی کے کامل پچاس برس اسی کی نذر کیے، تیس سے زائد کتابیں تصنیف کیں، ہر کتاب لاجواب ہے۔ "معارف الحدیث" کی توصیف و تحسین کا حق کون ادا کر سکتا ہے؟ مجدد الف ثانی، محمد بن عبدالوہاب اور شاہ اسمعیل شہید (رحمتہ اللہ علیہ) کی حیات و خدمات پر مولانا کے زور قلم سے کسے مجال انکار ہے؟ اسلام کیا ہے؟ قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟ تصوف کیا ہے؟ آپ حج کیسے کریں؟ آپ کون ہیں اور آپ کی منزل کیا ہے؟........ یہ سب مولانا کے آثار خامہ ہیں۔ دین و شریعت، نماز کی حقیقت، کلمہ طیبہ کی حقیقت، مسئلہ حیات النبی کی حقیقت ....ان عنوانات پر مولانا کی سی سلاست سہولت اور جامعیت کے ساتھ لکھنا بھلا کس کے نصیب میں ہے؟ قادیان کی جعلی نبوت، ایران کے شیعی انقلاب، مولانا مودودی کی جماعت اسلامی اور افتراق بین المسلمین کے ذمہ دار مکفرینِ

ہل سنت کے بارہ میں مولانا نے جہاں کہاں جو کچھ لکھا ہے وہ گویا حرف آخر ہے۔ حضرت مولانا کی رحلت ایک عارف باللہ، داعی الی اللہ، متکلم اسلام کی رحلت ہے۔ ان کا سا دلِ دردمند، ان کی سی زبان ہوش مند اب کہاں؟

حضرت مولانا کے فرزندان گرامی مولانا عتیق الرحمن سنبھلی نعمانی، مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی ندوی اور مولانا محمد حسان نعمانی ندوی .... الحمدللہ اپنے والد کی محنت کے صحیح وارث اور جانشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی مساعی کو مقبولیت و مبارکت سے نوازیں۔ آمین۔

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

۱۷ مئی ۱۹۹۷ء کو ریڈیو پاکستان پر صبح سات بجے کی خبریں سنائی جا رہی تھیں۔ میں سنی ان سنی کر رہا تھا اچانک نیوز کاسٹر نے کہا .... ممتاز عالم دین مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی آج علی الصبح اٹک میں انتقال کر گئے۔" میں ہڑ بڑایا، ٹھٹکا اور پھر انااللہ" کہ کر چپ ہو رہا۔ اس خاموشی میں آزردگی، افسردگی اور اداسی، بہت کچھ شامل تھا۔ اقبال نے کہا تھا........ع

اہل دانش عام ہیں، کم یاب ہیں اہل نظر

قاضی صاحب اہل نظر میں سے تھے۔ وہ اہل نظر جن کے ہاں علم تو ہوتا ہے، پندار علم نہیں ہوتا۔ روحانیت تو ہوتی ہے، مشیخت مابی نہیں ہوتی۔ دنیا سے بے نیازی تو ہوتی ہے۔ بے خبری نہیں ہوتی۔ قاضی صاحب کی جواں ہمتی جوانوں کو شرماتی تھی۔ ۲۸ جلدوں میں درس قرآن مجید اور ۵ جلدوں میں درس حدیث ("انوار الحدیث") کی تدوین کوئی معمولی کام نہیں جبکہ اس پر مستزاد ان کے ذخیرہ میں آسان تفسیر (۶ جلدوں میں) "تذکرۃ المفسرین" (۶۰۰ سے زائد مفسرین قرآن کے حالات) "نجات دارین" (اسلامی تصوف کا تفصیلی تعارف) "آغوش رحمت" (الحزب الاعظم کا اردو ترجمہ مع مبسوط مقدمہ) "روحانی تحفہ" (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف کا خلاصہ) "تذکرہ دیارِ حبیب ﷺ (وفاء الوفاء کا اردو ترجمہ) "دامانِ رحمت (مجرب ادعیہ و عملیات "چراغ محمد" (حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے حالات زندگی) رحمت کائنات (عقیدۂ حیات النبی ﷺ پر جامع و منفرد کتاب) "با محمد باوقار (ہر مسلمان پر نبی علیہ السلام کے حقوق) اور "خلاصہ فقہ حنفی" ایسی تالیفات شامل ہیں۔

قاضی صاحب........ حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ سے بیعت تھے بعد میں حضرت لاہوری قدس سرہ سے کسبِ فیض کیا۔ وہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے مجاز کے سلسلہ کی شاید آخری کڑی تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دارالارشاد (اٹک) کو آباد رکھیں اور قاضی صاحب رحمہ اللہ کی مغفرت فرما کر درجات بلند کریں۔ (آمین)

مولانا محمد عمر پالن پوری رحمہ اللہ:

مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ ان اولوالعزم بزرگوں میں سے تھے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو تبلیغ اور دعوت کی اس عالم گیر محنت کے لیے وقف کر رکھا تھا جس کا آغاز برصغیر میں مولانا محمد الیاس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ہوا۔ آج یہ محنت بہت بڑے پیمانے پر ہو رہی ہے۔ اور لاکھوں بندگان خدا کو دنیا و آخرت میں کامیابی کے حصول کے لئے مصروف عمل کئے ہوئے ہے۔ اس محنت کا مقصود منتہا اور مقصد و مدعا یہی ہے کہ مسلمانوں میں

ایمان و یقین اور تشنگی [illegible] ختم نبوت کی پاسداری [illegible] نبوت میں کام کرنے کا جذبہ ان میں پیدا ہو جائے۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ ختم نبوت کے [illegible] شیدائی تھے۔ صاحب ایمان و یقین اور صاحب تقویٰ تھے۔ ان کی تقاریر و بیانات میں سوز و ساز و درد و داغ و جستجو و آرزو کی بات ہوتی تھی۔ اور اس ایک بات کو وہ کس کس سبھاؤ سے کس کس ادا سے بیان فرماتے کہ ان کا لفظ لفظ سننے والوں کے دلوں میں ترازو ہو جاتا۔ سیرت رسول ﷺ اور اسوہ صحابہ رضی اللہ عنھم کی روشنی میں دعوت کی فکر اور تبلیغ کے کام کو عام کرنا بہت بڑا کام ہے۔ اس کام کے لئے حضرت مولانا ایسے اہل عزیمت اور اصحاب توفیق ہی کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ جو خوب جانتے ہیں کہ۔

سامان کی محبت میں مضمر ہے تن آسانی
مقصد ہے اگر منزل، غارت گر ساماں ہو

حضرت مولانا، تبلیغی سلسلہ میں مصروف سفر تھے کہ ۲۲ مئی ۹۷ء کو مالک حقیقی کا بلاوا آ گیا اور..... ع

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

مولانا عبدالوحید رائے پوری رحمہ اللہ:

قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ کے ہمشیر زادے مولانا عبدالوحید رائے پوری، ڈھڈیاں (ضلع سرگودھا) میں رحلت فرما گئے۔ وہ اپنے مرشد کے صحیح تربیت یافتہ انسان تھے۔ ان کے وجود سے مخلوقِ خدا کو بے پناہ دینی نفع ہوا وہ خانقاہِ رائے پور کے "مربی" تھے اور حضرت شاہ عبدالقادر قدس سرہ کی ان پر خاص توجہ اور شفقت تھی۔

معروف اہل حدیث عالم مولانا حکیم عبدالرحمن (بدوملہی، ضلع سیالکوٹ) میں رحلت فرما گئے۔ حکیم صاحب نے کئی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں "حضرت امیر معاویہؓ (بجواب خلافت وملوکیت) یقیناً قابل ذکر اور لائق مطالعہ ہے۔

مجلس احرار اسلام احمد پور شرقیہ کے کارکن ڈاکٹر عبدالحفیظ ہاشمی کی والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں رحلت کر گئیں۔

چیچا وطنی سے ہمارے کرم فرما محترم عبدالرزاق ڈوگر صاحب کی اہلیہ اور عزیز محمد عابد سلمہ کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔

مجلس احرار اسلام لیاقت پور کے صدر محترم قاری ظہور الرحیم صاحب کی پھوپھی صاحبہ گزشتہ دنوں ملتان میں رحلت کر گئیں۔

ملتان سے ہمارے کرم فرما جناب محمد شاکر صاحب ۱۲ مئی کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ وہ گورنمنٹ ملت کالج ملتان کے شعبہ عربی کے استاذ پروفیسر صدیق شاکر اور محمد ناصر صاحب کے والد تھے۔ اور حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے دیرینہ معتقد تھے۔

مجلس احرار اسلام فیصل آباد کے قدیم کارکن سالار محمد صدیق صاحب کے فرزند محمد رمضان گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

مجلس احرار اسلام کے مرحوم کارکن صوفی رشید احمد ہشیار پوری مرحوم کی بیوہ اور جناب محمد صدیق کی والدہ ۲۱ مئی کو ملتان میں انتقال کر گئیں۔

قاضی محمد عبید اللہ انصاری احرار مرحوم مغفور محبت پوری تحصیل میلسی ضلع وہاڑی کی بیوہ اور محمد عبد الہادی انصاری مخدوم رشید (ملتان) کی ہمشیرہ ۱۳ مئی ۱۹۹۷ء کو انتقال کر گئیں۔ مرحومہ ہمارے مہربان ماسٹر سعید [illegible] انصاری صاحب کی بھی عزیزہ تھیں۔

مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کی شہادت

مسجد عثمانیہ چیچا وطنی کے خطیب مولانا منظور احمد کے ہم زلف، جامعہ اشرفیہ شاہکوٹ کے مدرس اور مسجد علی فیصل آباد کے خطیب مولانا غلام مرتضیٰ ۲۳ مئی ۱۹۹۷ء کو فیصل آباد میں شہید کر دیئے گئے۔ وہ نماز جمعہ پڑھا کر مسجد سے باہر نکل رہے تھے کہ دہشت گردوں نے فائرنگ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ مولانا شہید کے اہل خانہ اور مولانا منظور احمد کیلئے یہ شدید صدمہ ہے۔ اراکین ادارہ مولانا کے تمام پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعاء کرتے ہیں اور اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا شہید کے درجات بلند فرمائے (آمین)

مولانا عبد الہادی مرحوم:

حضرت مولانا محمد احمد (شیخوپورہ) کے فرزند گرامی مولانا عبد الہادی گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے۔

محمد اسلم بٹالوی مرحوم:

مجلس احرار اسلام لاہور کے قدیم کارکن محترم محمد اسلم ناز بٹالوی ۲۶ مئی ۱۹۹۷ء کو علی الصبح دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ وہ تقسیم ملک سے قبل ہی مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہو گئے تھے۔ اور تادم آخر جماعت کے ساتھ عہد وفا نبھاتے رہے۔ مرحوم ایک متحرک ایثار پیشہ اور جماعتی زندگی میں بالغ نظری سے کام لینے والے صالح انسان تھے۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے (آمین)

سید محمد ریاض شاہ صاحب کو صدمہ:

مدیر نقیب ختم نبوت سید محمد کفیل بخاری کے پھوپھی زاد سید محمد ریاض شاہ بخاری کے نو عمر فرزند سید منیب الرحمن ۲۵ مئی بروز اتوار مختصر علالت کے بعد پسرور میں انتقال کر گئے۔

اظہار ہمدردی و دعاء مغفرت

مجلس احرار اسلام جلال پور پیروالا کا تعزیتی اجلاس زیر صدارت محمد عبد الرحمن جامی نقشبندی منعقد ہوا۔ اجلاس میں۔ قاری عبد الرحیم فاروقی۔ حبیب اللہ جاوید۔ حسن معاویہ ابو فہد ملک اشفاق احمد۔ ملک جنید احمد ضیاء۔ ماسٹر عبد الغفور نقشبندی،۔ حکیم عبد الحمید صابر، مولانا عمر زکریا نقشبندی، مولانا محمد عثمان یحییٰ۔ خان وقار الحق خان گھلو۔ ملک غلام حسین، حسین احمد نقشبندی۔ قاری عبد الغفار نقشبندی نے ممتاز عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد الحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاری ظہور الرحیم کی پھوپھی صاحبہ کی وفات پر گہرے غم کا اظہار کیا ہے۔ دعا ہے اللہ کریم دونوں مرحومین کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازیں۔ آمین۔

ادارہ "نقیب ختم نبوت" کے تمام ارکان و معاونین ان سب بزرگوں کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا گو اور ان کے جملہ منتسبین و متعلقین کے غم میں شریک ہیں۔

پروفیسر تاثیر وجدان

ہدیۂ عقیدت و محبت بحضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے تیری ہستی نبوت کا جمالِ آخریں
سیدی ! تو اَوجِ گاہِ جلوۂ پیغمبری
اے فروزاں تیرے سر پر
تاجِ ختم المرسلینی کی بہارِ لازوال
تو درخشندہ و تابندہ سرِ بزمِ رُسُل
بزمِ انجم میں درخشاں جس طرح بدرِ منیر
سروزارِ ہست کے اے سروِ ارفع و جلیل
سروِ بالیدہ باغِ لامکاں !
اک تجھے حاصل ہے رب کے بعد ساری سروری
تیرے پائے ناز پر ہے سر خمیدہ، سرنگوں
گردن افرازانِ عالم کی صنوبر قامتی
تیرے سادہ گھر کی چوبِ نخل کی دہلیز پر
ایستادہ ہے کسی مفلس بھکاری کی طرح
قیصر و کسریٰ کے درباروں کا شاہانہ جلال
دارا و جم کا شکوہ خسروی
اے میرے سچے پیمبر، تیرے فرقِ ناز پر
تیری سیمائے صبیح و لالہ گوں پر
بوسہ زن ہے عظمتِ ہفت آسماں
اے سیدِ پیغمبراں !

سید عطاء المحسن بخاری

نعت

نبی کے در کا سائل ہوں میں ان سے
دلِ گرمے نگاہِ پاک لوں گا

محمد کی محبت میں خدا سے
خیالِ پاک و دلِ بے باک لوں گا

خدایا تجھ سے مانگوں میں نبی کو
نبی سے معرفت ادراک لوں گا

وہ جن سے کل جہانوں میں ہے رحمت
جہانِ قبر رحمت ناک لوں گا

سلامت تیری رحمت عالمیں میں
یہ محشر میں ان شاء اللہ تہہِ افلاک لوں گا

پروفیسر محمد اکرام تائب (عارف والا)

''آٹا ڈِپو''

بچوں کا ہم نے یارو کیونکر گلا نہ کاٹا
اب دربدر ہیں پھرتے ملتا نہیں ہے آٹا

حالات کی زباں تو یہ کہہ رہی ہے کب سے
مرنا ہی اب ہے بہتر ہے، زندگی میں گھاٹا

سے بچے بغل میں لے کر کب سے کھڑی ہیں مائیں
خالی ہے پیٹ ان کا ڈالے ہیں وہ ''اڑاٹا''

اک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کشمکش میں
چادر مسک گئی تو کرتہ کسی کا ''پاٹا''

ہونٹوں پہ پپڑیاں تو سوکھی ہوئی زباں سے
سدھ بدھ نہیں ہے کوئی پھیلا ہوا ہے ''جھاٹا''

جو نوجوان ہیں وہ آگے ہی بڑھ رہے ہیں
کھینچیں جو اُن کو پیچھے ماریں ہیں وہ ''چماٹا''

رو رو کے اپنی ماں سے وہ مانگتے ہیں روٹی
ہاتھوں کو جو ہلا کر کہتے تھے سب کو ٹاٹا

تھک ہار کے جو خالی اب جا رہے ہیں گھر کو
رہ رہ کے گر رہے ہیں کھا کھا کے وہ ''گھماٹا''

گندم تو دشمنوں نے ہے دشمنوں کو دے دی
ہم وقت کاٹتے ہیں لسّی کا پی کے ''چاٹا''

سب سے بڑا فسادی تائب ہے پیٹ اپنا
اس پیٹ ہی کی خاطر کٹتا پھرے ہے ''کاٹا''

بقیہ از صـ ۳۸

کرنے کیلئے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے۔ بتایئے ان میں بدتر کون ہوا؟

سوال نمبر ۲۴:۔ مرزا کہتا ہے کہ میرے استاد ایک بزرگ شیعہ تھے (دافع البلاء صفحہ ۱۲ صغیر خزائن صفحہ ۲۲۳ ج ۱۸) کیا مرزائیو! تم مرزا کو شیعہ کا شاگرد ماننے کیلئے تیار ہو یا نہ؟ مرزا کے اس اقرار کے بعد کیا شیعہ کو استاد اور مرزا کو انکا شاگرد کہنے میں کوئی شرم کی بات ہے؟

سوال نمبر ۲۵:۔ مرزا کہتا ہے کہ قادیان کا نام بھی قرآن میں موجود ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ اور مدینہ اور قادیان (ازالہ اوہام صفحہ ۳۴) مرزائیوں سے سوال یہ ہے کہ کیا وہ قادیان کا نام قرآن میں دکھا سکتے ہیں؟ یا یہ کہ جھوٹ کو جھوٹ ہی مان لو گے؟ یہ جھوٹ بولتے ہوئے مرزا نے عقل سے اتنا بھی کام نہ لیا کہ تمام مسلمان دن رات قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں میرا یہ جھوٹ کیسے قابلِ قبول ہوگا؟ مگر بیچارے مرزا کا قصور نہیں اس لئے کہ اس کے حواس ہی صحت مند نہ تھے مرزا لکھتا ہے کہ جس کی تقریر (گفتگو) منتظم نہیں اس کے حواس بھی منتظم نہیں۔ (تریاق القلوب صفحہ ۲۸۰)

(جاری ہے)

سید کاشف گیلانی

اسی لئے تو بدل ڈالا شیخ نے قبلہ

کریں نہ غور جنہیں حب مال وجاہ بھی ہے
کہ آخرت کے لئے کوئی زادِ راہ بھی ہے

اسی لئے تو بدل ڈالا شیخ نے قبلہ
کہ دل میں حرص بھی خوفِ عتابِ شاہ بھی ہے

سیاست آپ کو راس آگئی ہے مولانا
کہ اس میں دولت دنیا بھی واہ واہ بھی ہے

نظر اٹھا کے حکومت سے بات کرتے ہیں
کہ اس میں جرأتِ حق لذّتِ گناہ بھی ہے

وہ کیسے چھوڑدیں پنکی کا دوستو دامن
نگہ کی شرم بھی ہے عادتِ نباہ بھی ہے

وہ جنکے ہوگئے حضرت ہم انکے ہو جاتے
ہمارے دل میں بھی حسرت ہے لب پہ آہ بھی ہے

اسی لئے میں ہُوا معتقد ہوں حضرت کا
وہ شخص صاحبِ دل صاحبِ نگاہ بھی ہے

یہ اسکی عقل ہے زر بھی ملا فقیری بھی
وہ شانِ فقر بھی ہے کبرِ کجکلاہ بھی ہے

کوئی تو راہ سجھائیں گے شیخ اے کاشف
کہ فکرِ عقبیٰ بھی دنیا کی مجھکو چاہ بھی ہے

⊙

ایک وزیر کی دعا

(اقبال کی روح سے معذرت کے ساتھ)

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی عیش سے کٹ جائے خدایا میری

ہو مرا کام زمانے میں وزارت کرنا
اسی منصب اسی کرسی کی عبادت کرنا

گالیاں سن کے بھی ہو دل نہ پریشاں میرا
کسی جلسے میں نہ ہو چاک گریباں میرا

قوم بھوکی رہے ننگی رہے بیمار رہے
ہاں مگر میری سواری کو نئی کار رہے

ہو الیکشن میں ہمیشہ میرا پلہ بھاری
اور ہو قوم سے پوشیدہ مری عیاری

میرے قبضے میں سدا ملک کی جاگیر رہے
قوم کے لب پہ فقط "نعرۂ تکبیر" رہے

شب کراچی میں کٹے صبح میری لندن میں
اک گھڑی چین میں ہو ایک گھڑی اردن میں

بے کسوں اور ضعیفوں کی ہو شامت ہردم
ہاں مگر میری وزارت ہو سلامت ہر دم

اہل دولت کی عطا مجھ کو محبت کر دے
میرے خالق میری رگ رگ میں سیاست بھر دے

ثناء اللہ ثاقب چوہان
بستی مولویاں

بیاد حضرت مولانا عبد الحق چوہان رحمتہ اللہ علیہ

وہ جو اس دور کا عالم دین تھا — ہم سے حکم اجل نے جدا کر دیا
وہ محقق، معلم، مدرس بھی تھا — ہم سے حکم اجل نے جدا کر دیا
لفظ ملتے نہیں انکی تعریف کو — انکی تعریف میں کیسے لکھوں ثنا
علم اپنے پہ انکو تکبر نہ تھا — ظلمتوں کو انہوں نے مٹایا سدا
اور چراغوں کو روشن کیا ہر جگہ — نام اونچا کیا دین اسلام کا
خاکساری ہی انکا وطیرہ رہی — سادگی ہی سدا انکا شیوہ رہی
دین پر ہی گزاری سبھی زندگی — انکی عظمت کا قائل تھا شہباز بھی
خدمت دیں کو ہر دم وہ تیار تھے — وہ تھے حافظ حدیث اور قرآن کے
یہ دعا ہے لحد انکی روشن رہے — اور جنت میں انکو ٹھکانہ ملے

عبدالحمید شہباز مرحوم مولانا کے بڑے بھائی تھے مگر ہر معاملے میں مولانا کی رائے کو ہی مقدم سمجھتے تھے۔

دعاء صحت

مجلس احرار اسلام لاہور کے سابق جنرل سیکرٹری جناب حکیم محمد ذوالقرنین علیل ہیں۔ وہ گزشتہ ماہ ٹریفک کے ایک حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے تھے۔
مرید کے سے مجلس احرار اسلام کے بزرگ کارکن جناب حکیم محمد صدیق تارڑ صاحب پر فالج کا حملہ ہوا ہے تاہم ان کی صحت اب قدرے بہتر ہے۔
حضرت شیخ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند جناب شیخ ریاض الدین صاحب طویل عرصہ سے علیل ہیں۔
احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کیلئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کاملہ عطاء فرمائے۔ اراکین ادارہ بھی اپنے ان بزرگوں کی صحت یابی کیلئے دعا گو ہیں۔ (ادارہ)

علمی ادبی تاریخی نایاب کتابیں پاکستان میں پہلی بار شائع ہو چکی ہیں

سواطع الالہام قرآن پاک کی غیر منقوط بے مثال تفسیر
(عربی) علامہ ابو الفیض فیضی - کامل دو جلد اعلیٰ کاغذ ۶۹۰/
ہندو پاک کے چار ہزار سے زائد علماء، حکماء، اور اہم شخصیات کا
جامع تذکرہ **نزهتہ الخواطر** عربی
محقق عصر حضرت علامہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ
والد ماجد حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ
کامل آٹھ جلد اعلیٰ کاغذ ۱۵۹۰/

نسیم الریاض عربی فی شرح الشفاء، قاضی عیاض
کامل چار جلد ۱۲۴۵/

لسان المیزان فی اسماء الرجال عربی
علامہ ابن حجر عسقلانی کامل ۷ جلد ۱۷۲۵/

دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات
از حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ مجلد اعلیٰ ۷۵/

مشکلات القرآن اردو
از مولانا محمد انور گنگوہی مدظلہ، مجلد اعلیٰ ۹۵/

حضرت شیخ الہند کے غیر مقلدین سے لاجواب سوالات
جو سوا صدی سے ان پر قرض ہیں - مجلد اعلیٰ ۷۵/

رونق محفل
علمی، دینی، اصلاحی مکالموں کا دلچسپ مجموعہ، مجلد اعلیٰ ۶۰/

غیر مقلد بنام غیر مقلد
یعنی غیر مقلدین اپنے ہی آئینے میں مجلد ۶۰/

سیرت اشرف
حضرت حکیم الامت تھانوی کی مکمل سوانح جدید انداز تحریر
منشی عبدالرحمٰن خان کے قلم سے کامل دو جلد ۳۰۰/

اصلاح خواتین (جہیز ایڈیشن)
از حکیم الامت تھانویؒ مجلد اعلیٰ کاغذ ۱۶۵/

تحفۃ النساء
از مولانا کمال الدین صاحب (انڈیا) مجلد اعلیٰ ۱۲۰/

تفسیر انوار البیان
(عام فہم اردو تفسیر) از حضرت مولانا عاشق الٰہی مدنی
کامل نو جلد ۵ جلد شائع ہو چکی ہیں - فی جلد ۲۵۵/

اوجز المسالک شرح مؤطا مالک عربی
از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ
کامل ۱۵ جلد ۳۱۵۰/

السنن الکبریٰ عربی بیہقی
کامل دس جلد ۲۱۰۰/

امانی الاحبار شرح معانی الآثار عربی
از حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی
کامل چار جلد ۹۰۰/

مکمل فہرست مفت طلب فرمائیں

ملنے کا پتہ: طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ فون ۴۰۵۰۱ ملتان

یہ جاننے کے لیے کہ
پچھلے نوّے سال سے زائد عرصے سے رُوح افزا
کروڑوں شائقین کا پسندیدہ مشروب کیوں ہے،
آپ کو کسی تردّد کی ضرورت نہیں :

صرف

رُوح افزا

کا ایک گلاس نوشِ جاں کیجیے۔

ٹھنڈک اور فرحت لیے تازگی بھرا ذائقہ

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ ان کا نفع قومی
شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

Adarts-HRA-8/97

انیسویں سالانہ دو روزہ ۱۲،۱۱ ربیع الاوّل ۱۴۱۸ھ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کانفرنس

جامع مسجد احرار، ربوہ

زیر پرستی : حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم (خانقاہ سراجیہ، کندیاں)
(امیر کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان)

زیر صدارت : قائد احرار، ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ
(مدیر وفاق المدارس الاحرار، پاکستان)

جس میں ملک وملت کے اصحاب فکر و دانش، علماء اہل قلم، وکلاء اور طلباء خطاب کریں گے

جلوس: حسب سابق ۱۲ ربیع الاوّل کو بعد از نماز ظہر فدائین احرار کا فقید المثال جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوگا

دورانِ جلوس زعماء احرار بصیرت افروز خطاب فرمائیں گے

منجانب:

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام پاکستان

ربوہ: ۲۱۱۵۲۳ ملتان ۵۱۱۹۶۱ لاہور: ۷۵۶۰۴۵ گوجرانوالہ: ۲۱۴۸۰۰ چیچہ وطنی: ۲۱۱۶۵۷

رابطہ فون